لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

ایڈیٹر:- ظفر احمد سرور

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہُ فرماتے ہیں:-

" اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ ۔ امام ایک ہی ہونا چاہیئے ۔ تاکہ وحدت قائم رہے ۔ اِس زمانہ میں بھی ایسے لوگ ہیں جو ایک کی اطاعت کو گمراہی اور مُصیبت کا مُوجب سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے ۔ ایسے خیالات کے لوگوں کے لئے یہ آیت غور طلب ہے ۔ خُدا جِسے خلیفہ مقرر کرتا ہے اُسے اپنی جناب سے مؤیّد و منصُور کرتا ہے ۔ خُدا اُسے ایسی غلطی میں نہیں ڈالتا جِس سے قوم تباہ ہو ۔"

(درس القرآن صفحہ ۵۷۲)

" خلیفہ اللہ ہی بناتا ہے ۔ میرے بعد بھی اللہ ہی بنائے گا ۔"

(پیغامِ صُلح ۲۴ فروری سنہ ۱۹۱۴ء)

شبیہ مُبارک حضرت مولانا حکیم نورالدّین
خَلِيْفَةُ الْمَسِيْحِ الْاَوَّل رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by **The Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.**
2141 Leroy Place, N.W., Washington DC 20008. Ph: (202) 232—3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Athens, OH 45701

Ahmadiyya Movement in Islam, In
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

اِرشادِ باری تعالیٰ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سُورۃ النُّور : آیۃ ۵۶)

ترجمہ :- اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنادے گا جس طرح اِس سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنادیا تھا اور جو دین اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اُسے مضبوطی سے قائم کرے گا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ اُن کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اِس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ ۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۴)

ترجمہ :- یعنی اے مسلمانو! تم میں یہ نبوّت کا دور اُس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ خدا چاہے گا کہ وہ قائم رہے۔ اور پھر یہ دور ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد خلافت کا دور آئے گا جو نبوت کے طریق پر قائم ہوگی۔ (اور گویا اس کا تتمہ ہوگی) اور پھر کچھ وقت کے بعد یہ خلافت بھی اُٹھ جائے گی۔ اس کے بعد کاٹنے والی (یعنی لوگوں پر ظلم کرنے والی) بادشاہت کا دور آئے گا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ دور بھی ختم ہو جائے گا اس کے بعد جبری حکومت کا دور آئے گا۔ اور پھر یہ حکومت بھی اُٹھ جائے گی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ خلافت کا دور آئے گا جو ابتدائی دور کی طرح نبوّت کے طریق پر قائم ہوگی۔ اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دُوسری قُدرت کا مظہر ہوں گے

فرمانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"سو اَے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دُوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی .... سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اُس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دُنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دُنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دُعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔" (الوصیۃ صفحہ ۷، ۸)

خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اہم اور زرّیں ارشادات

موت کی نہ ٹلنے والی گھڑی کا خیال رکھو اور کل کا فکر آج کرو

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"متقی بن جاؤ اور متقی بھی ظاہر کے نہیں۔ اس لئے نہیں کہ لوگ تمہیں متقی اور پرہیزگار کہیں یا مجلسوں میں تمہاری تعریف کریں نہیں! نہیں!!
وَاتَّقُوا اللّٰہَ اللہ کے لئے متقی بنو۔ متقی کے لئے یہ ضروری باتیں ہیں۔
اوّلاً ہر ایک کام جب کرو۔ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، دشمنی میں دوستی میں، عداوت اور محبت میں، مقدمہ ہو یا صلح ہو غرض ہر حالت میں یہ امر خوب ذہن نشین رکھو کہ نہیں معلوم کہ موت کی گھڑی کس وقت آجاوے وہ کونسا وقت ہو گا جب دُنیا سے اُٹھ جاویں گے اور اس وقت ماں باپ، بیوی بچے، دوست یار، کنبے کے بڑے بڑے ہمدردی کا دم بھرنے والے انسان، مال، دولت غرض کوئی چیز نہ ہوگی جو اس وقت ساتھ دے۔ اس وقت اگر کوئی چیز ساتھ جاسکے گی تو وہ وہی انسان کا عمل ہو گا خواہ اچھا ہو، خواہ بُرا ہو۔ اور جیسا عمل ہوگا ایسا ہی اُس کا پھل ملے گا جیسے تم ہر روز دنیا میں دیکھتے ہو کہ ایک زمیندار گیہوں کے بیج بوکر جَو یا جَو بوکر گنے کا پھل نہیں لے سکتا۔ پس اسی طرح پر جیسے عمل ہوں گے بدلہ ان کے ہی موافق اور رنگ کا ہوگا۔ یہی سچی بات ہے کہ بھلے کام کا پھل دنیا اچھا اٹھاتی ہے۔ پس یہ بات ضرور ضرور یاد رکھو کہ جن کی خاطر انسان عداوتیں اور دشمنیاں کرتا ہے اور مکرو فریب اور کیا کیا شرارتیں کرتا ہے اور اس آخری ساعت میں اس کے ساتھ نہ جائیں گی۔ اکیلا ہی آیا ہے اور اکیلا ہی چلا جائے گا۔ بادشاہوں کی بادشاہت، امیروں کی امارت، دوستوں کی دوستی، کنبہ، گھر، پڑوس، گاؤں اور سارے شہر کے رشتہ دار یہیں رہ جاتے ہیں۔ پس ان ساری باتوں کو غور کرو اور موت کی آنے والی اور یقیناً آنے والی اور نہ ٹلنے والی گھڑی کا خیال رکھو اور اس خیال کے ساتھ ہی کل کا فکر آج کرو اور اپنے اعمال کا محاسبہ اور پڑتال کرلو۔ کیونکہ نیک بدلہ تب ہی ملے گا جبکہ اعمال بھی نیک ہوں گے۔
ثانیاً: متقی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایمان سچا ہو اور اس کے عقائد نیک عقائد ہوں اور پھر اس پر اعمال بھی نیک ہوں۔ قدوس اور پاک خدا قدوسیت چاہتا ہے۔ ناپاک انسان پاک ذات سے تعلق پیدا نہیں کرسکتا۔"

(خطباتِ نور جلد اوّل صفحہ ۲،۲)

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کرو اور اپنے نیک اعمال پر فخر نہ کرو

ارشاد سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"تم یہ خیال مت کرو کہ تم نے بھی دین کی کوئی خدمت یا کام کیا ہے بلکہ تم خدا کا شکر کرو کہ اُس نے تمہیں دین کی خدمت کرنے کا موقعہ دیا ہے۔ تم اپنی خدمات کا خیال بھی کبھی دل میں نہ لاؤ۔ خوب یاد رکھو کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم نے خدمات دین کیں انہیں کو ٹھوکر لگتی ہے اور پھر ایسی ٹھوکر لگتی ہے کہ پھر ان کو اُٹھنے کا موقعہ بھی نہیں ملتا۔ پس تم یہ خیال نہ کرو کہ ہم نے یہ کام کیا ہے۔ تمہاری ہستی ہی کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بھی کبھی نہیں کہا کہ میری وجہ سے اس طرح ہوا ہے۔
حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضور وفات کے بعد کہاں جائیں گے تو آپؐ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا تو جنّت میں جاؤں گا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کیا آپؐ کو بھی جنّت میں جانے کی نسبت معلوم نہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جنّت میں جانا اعمال پر منحصر نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل پر ہے۔ وہ جس کو چاہے گا جنّت میں داخل کرے گا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جیسے عظیم الشان انسان نے بھی اپنا جنّت میں جانا اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر بتلایا اور آپؐ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے ایسے ایسے کام کئے ہیں اس لئے میں ضرور جنّت میں جاؤں گا بلکہ آپؐ نے اعمال کو ہیچ سمجھا تو اور کون ہے جو اپنے اعمال پر بھروسہ رکھ سکے۔ جب حضرت خاتم النّبیینؐ جیسا انسان ایسی احتیاط کرتا ہے اور وہ بھی خدا کی قدرت اور جمال کو دیکھ کر اپنی کمزوری اور عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ تو تمہاری کیا ہستی ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کرو۔ اگر تمہارے ہاتھوں سے کوئی خدمت سرانجام ہو تو یہ نہ کہو کہ ہم نے ایسا کیا بلکہ خدا کا شکر کرو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ نومبر ۱۹۱۴ء)

ہر چیز کیلئے خدا کی طرف رجوع کرو

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

خدا تعالیٰ تو اپنی کامل اطاعت چاہتا ہے مثلاً اس کا کہنا ہے کہ ہر چیز کا مالک میں ہوں۔ اس لئے بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کی بھی اگر تم ضرورت محسوس کرو تو پہلے میری طرف رجوع کرو اور پھر میری بتائی ہوئی تدبیر پر عمل کرو۔ تدبیر بھی اللہ تعالیٰ خود ہی بتاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا یہ پہلو کہ وہ مالک ہے اور وہی دیالو ہے یعنی دینے والا ہے اور یہ حکم کہ کسی اور کی طرف ہماری نگاہ نہ اٹھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرد یا کسی عورت کی جوتی کا ایک تسمہ بھی ٹوٹ جائے، ایک تسمہ جو بالکل چھوٹی سی چیز ہے اگر وہ بھی ٹوٹ جائے تو اس وقت اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ میری جیب میں پیسے ہیں اور دُکاندار کے شوکیس میں تسمہ پڑا ہے میں خود جا کر اس سے خرید سکتا ہوں اور خرید لوں گا۔ یہ خیال نہیں پیدا ہونا چاہیئے ورنہ اطاعت نہیں ہوگی۔ حکم یہ ہے کہ اگر تمہیں دنیوی لحاظ سے بظاہر حقیر چیز کی بھی ضرورت پڑے تو اپنے خدا سے رجوع کرو اور تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہونا چاہیئے کہ یہ تسمہ بھی مجھے سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ اور یہ حقیقت ہے دنیا کی تاریخ کی آنکھ نے اس قسم کے سینکڑوں واقعات مشاہدہ کئے کہ ایک شخص تسمہ لینے کے لئے گھر سے روانہ ہوا اور راستے میں اس کی جان نکل گئی۔ وہ دُکان تک نہیں پہنچ سکا یا دُکان سے تسمہ تو لے لیا لیکن واپس گھر آتے ہوئے خدا تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ اس تسمہ کے استعمال کے قابل ہی نہیں ہو سکا۔ پس قادر اور مالک اور اپنے قادرانہ تصرّف کے ساتھ اس دنیا پر حکومت کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہمیں جو اس کے خلاف نظر آتا ہے جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ شیطانی طاقتیں ابھریں اور انہوں نے دینِ حق کو مٹانا چاہا یہ اس لئے نہیں کہ خدا انہیں روک نہیں سکتا تھا بلکہ اس لئے کہ خدا چاہتا تھا کہ انہیں اجازت دے اور پھر اپنے قادرانہ تصرّف کے معجزات دنیا کو دکھائے اور اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں اور پیار کرنے والوں ۔ ۔ ۔ ۔ پر اپنی محبت اور پیار اور اپنی رضا کا اس طرح اظہار کرے کہ دنیا حیران رہ جائے ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم واقعہ میں اللہ کی اطاعت میں تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرو گے تو ہم تمہیں یہ بشارت دیتے ہیں کہ تم میں جو بشری کمزوریاں ہیں ان کے بد اثرات سے ہم تمہیں محفوظ رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتوں کو نازل کرے گا، جو تمہارے دلوں اور تمہارے خیالات کی اصلاح کریں گے۔"

(جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کے موقع پر احمدی مستورات سے خطاب)

آگے بڑھو اور اپنے خدا کی طرف سفر کرو

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"مغرب کا معاشرہ جس میں آج احمدی دم لے رہے ہیں یہ اسفل السافلین کا معاشرہ ہے۔ ہر طرف سے آپ کو آوازیں پڑیں گی کہ آؤ اور دنیا کی لذّتوں میں ہمارا ساتھ دو اور ہمارے ساتھ مل کر واپسی کے وہ سفر اختیار کرو جن کے نتیجے میں حیوانی اور بہیمانہ لذتیں حاصل کر رہے ہیں۔ دوسری طرف خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ یہ تمہاری تنزّل اور ذلتوں کے رستے ہیں۔ پھر خدا کی طرف تمہارا رجوع نہیں ہو سکے گا، سوائے اس کے کہ فرشتے ہانک کر تمہیں لے کے جائیں لیکن لذّتوں کی طرف نہیں، پھر جہنموں کی طرف تم ہانکے جاؤ گے۔ اس لئے اس مقام سے واپس نہ لوٹو، آگے بڑھو اور جن مقاصد کی خاطر تمہیں حیرت انگیز طور پر روحانی ترقی دی گئی ہے، شعور دیا گیا ہے، غیر معمولی طور پر لطافتوں کے ادراک کی طاقتیں عطا کی گئی ہیں، لطافتوں کو سمجھنے کی طاقتیں عطا کی گئی ہیں، ان پر غور کرو، ان سے سبق سیکھو اور آگے بڑھو اور اپنے خدا کی طرف حرکت کرو اور خدا کی طرف سفر کرو یہ سفر اس دنیا میں ہونا ضروری ہے ورنہ پھر اس دُنیا سے جا کر یہ سفر اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ بات ہے جو قرآن کریم بار بار آپ کو سمجھاتا ہے۔ یہ بات ہے جو آپ کو خصوصیّت سے اپنی نئی نسلوں کو سمجھانی چاہیئے کیونکہ جب تک ایک مضبوط فلسفہ ان کی حفاظت نہیں کرے گا وہ دُنیا کی ظاہری اور سرسری لذّات میں کھوئے جائیں گے۔ کوئی تنظیم اپنے کسی ممبر کے ساتھ ہمیشہ جڑ کر نہیں رہ سکتی۔ زندگی کے بہت ہی مواقع ہیں جن میں انسان تنہا سفر کرتا ہے اور تنظیم کی نظر وہاں تک نہیں پہنچتی۔ تنظیم کی پابندیاں اس کو کسی خاص حالت پر مقیّد نہیں رکھ سکتیں۔ ایسے وقتوں میں جو معاشرے کے غالب اثرات ہیں وہ یقیناً اس کو اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ اس کا دل اور اس کا دماغ دونوں مطمئن ہوں کہ یہ معاشرہ گندا اور ظالم ہے اور اس کے لئے نقصان دہ ہے اور پوری طرح مطمئن ہوں کہ جو راہ اس نے اختیار کی ہے اس کے پیچھے ایک گہرا فلسفہ ہے، ایک بہت بڑی حکمت ہے۔ یہ باتیں سمجھنے کے بعد پھر وہ ان کے خطرات سے باہر آ سکتا ہے۔ بشرطیکہ دُعا کا بھی عادی ہو، بشرطیکہ وہ قدم قدم پر خدا تعالیٰ سے مانگنے والا ہو۔ اور اسی پر توکّل کرنے والا ہو۔ پس جہاں آپ جھوٹ سے توبہ کر کے خدا کی پناہ میں آئیں گے وہاں اس سفر میں جو یہ دوسرا سفر ہے خدا آپ کا یقیناً ساتھ دے گا اور غیر معمولی طاقت عطا کرے گا۔ ہر خطرے سے آپ کو بچائے گا اور اس رستے پر ڈال دے گا جو ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی ختم نہ ہونے والا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۰ء)

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ بوسنیا کے مہاجرین سے غیر معمولی محبت کا سلوک کر رہی ہے

وقت بتائے گا کہ ہم اُمّتِ مُسلمہ کے سچّے خیر خواہ ہیں

آنے والے مظالم سے نجات کی یہی راہ ہے کہ مسلمان فوراً صبر کی پناہ میں آجائیں

ہم سے زیادہ ہمدردانہ مشورہ اُمّتِ مُسلمہ کو کوئی نہیں دے سکتا

ضرورت ہے کہ مسلمان ممالک سچائی اور صبر کی طرف لوٹیں، دنیا میں صبر جیسی کوئی طاقت نہیں ہے

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد فضل لندن بتاریخ ۵ فروری ۱۹۹۲ء مطابق ۵ تبلیغ ۱۳۷۱ ہش

مرتبہ: مکرم منیر احمد صاحب جاوید، لندن

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ الصف: آیات ۱۱، ۱۲)

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ایک ہی نیکی کا مختلف رنگ میں بیان

قرآن کریم میں بسا اوقات ایک ہی نیکی کو مختلف رنگ میں مختلف الفاظ میں مختلف آیات کریمہ میں بیان فرمایا جاتا ہے اور نتیجۃً بعض دفعہ خدا تعالیٰ کی بعض صفات بیان فرمائی جاتی ہیں۔ بعض دفعہ بعض اور صفات۔ بعض دفعہ ثواب کا ایک نتیجہ دکھایا جاتا ہے اور بعض دفعہ ایک اور ثواب کا نتیجہ دکھایا جاتا ہے۔ درحقیقت گہرے غور سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف صورتحال میں کی جانے والی نیکی دراصل مختلف تقاضے رکھتی ہے اور انسانی حالات کے بدلنے سے نیکی کے اجر بھی بدلتے رہتے ہیں۔

یہ آیات جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں ایک ایسی تجارت کا ذکر فرمایا گیا جس کے نتیجہ میں انسان کو عذاب الیم سے نجات ملے گی حالانکہ باقی جگہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے نتیجے کے طور پر مثبت رنگ میں ثواب کا ذکر ملتا ہے۔ نہروں والی جنّات ہوں گی یا یہ ثواب ہوگا یا وہ ثواب ہوگا۔ جزاء کے بہت ہی خوبصورت نقشے کھینچے گئے ہیں لیکن اس آیت میں ایک مختلف انداز ہے۔ کسی مثبت اجر کا وعدہ نہیں بلکہ ایک منفی عذاب سے بچنے کی خوشخبری ہے۔ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی خبر دوں۔ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ: جو تمہیں بہت ہی دردناک عذاب سے بچالے گی۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: وہ تجارت کیا ہے؟ اللہ پر ایمان لاؤ اور اُس کے رسول پر اور اُس کی یعنی اللہ کی راہ میں۔ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ: اپنے اموال کے ذریعہ اور اپنی جانوں کے ذریعہ مجاہدہ کرو۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ کاش کہ تم جانتے۔

گذشتہ خطبہ میں بوسنیا کے مسلمانوں پر ہونے والے جن مظالم کا ذکر کیا گیا تھا اُن سے تعلق سے مجھے اس آیت کا یہ مفہوم سمجھ آیا کہ انسان جب دنیا میں دردناک حالات سے متاثر ہوتا ہے۔ جب کسی اور پر ظلم توڑا جا رہا ہوتا ہے اور اُس سے ہمدردی رکھنے والا دل کسی اور جگہ بیٹھا کٹ رہا ہوتا ہے تو بسا اوقات ایسے وقت میں عذاب الیم سے بچنے کے لئے انسان کی توجہ خصوصیت کے ساتھ دُعاؤں کی طرف پھرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف دُعاؤں سے کام نہیں چلے گا۔ دُعائیں وہی مقبول ہوتی ہیں جنہیں نیک اعمال رفعتیں بخش رہے ہوں۔ پس جب بھی تم دنیا میں عذاب الیم کے نمونے دیکھو تو تمہیں ایک ایسے دردناک عذاب سے بچنے کے لئے بھی مجاہدہ کرنا چاہیئے جو انسانوں کے عائد کردہ دردناک عذاب سے بہت زیادہ

دردناک ہوگا۔ وہ عذابِ الیم ان لوگوں کے لئے مقدر ہے جو بنی نوعِ انسان پر دردناک عذاب وارد کرتے ہیں۔ دنیا میں جتنی بدیاں ہیں اُن کے نتائج اُن بدلوں سے براہِ راست ایک نوعیت کا تعلق رکھتے ہیں۔ عذاب بھی اسی نوعیت کا ملتا ہے جیسی بدی ہو اور ثواب بھی اسی نوعیت کا ملتا ہے جیسی نیکی ہو۔ پس قیامت کے دن دردناک عذاب اُنہی لوگوں کو ملے گا جو اس دنیا میں خدا کے بندوں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرتے ہیں اور بعض دفعہ یہ وعدہ دنیا میں بھی پورا ہوتا ہے مگر لمبے عرصہ کے بعد کیونکہ قرآن کریم میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مخاطب کرکے یہ فرمایا گیا کہ بعض چیزیں جو ہم تیرے دشمنوں کے لئے وعدہ کر رہے ہیں انہیں ضرور ملیں گی، کچھ ہو سکتا ہے تُو اپنی زندگی میں دیکھ لے اور کچھ تیری زندگی کے بعد دکھائی جائیں گی۔ کچھ اِس دُنیا کے عذاب ہیں کچھ اُس دُنیا کے عذاب ہیں کیونکہ خدا کا تناظر اور ہے اور بندے کا تناظر اور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ ساری کائنات ایک سطح کی طرح ہے۔ اس میں نہ کوئی ماضی ہے نہ حال نہ مستقبل۔ وہ ایک ایسی نظر سے سب واقعات کو اور کائنات کو دیکھ رہا ہے جیسے اس کی تصویر سامنے بچھ گئی ہو۔ پس یہ دنیا ہو یا وہ دنیا ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وقت کی کوئی جلدی نہیں اور خدا کے صبور ہونے کا ایک یہ بھی مطلب ہے۔ انسان وقت کی نسبت سے بے صبرا ہوتا ہے، وقت جتنا آہستہ گزرے اور نتیجہ سے زیادہ پیار ہو (ان دونوں کے درمیان ایک ایسی نسبت ہے کہ وقت آہستہ گزرے) تو نتیجہ دور دکھائی دینے لگتا ہے جس سے پیار ہو اُس کے انتظار میں وقت ویسے ہی آہستہ گزرتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں بے صبری پیدا ہوتی ہے مگر وہ خدا جو SPACE TIME کا خدا ہے ایسی کائنات کا خدا ہے جہاں مکان اور وقت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے ہیں اور ایک ہی چیز کے دو جزو بن جاتے ہیں جیسے دو دھاگوں سے ایک چیز بُنی جا رہی ہو۔ ایسے ہی عالمِ وجود وقت اور SPACE دونوں کی بُنتی کا نام ہے۔ وہ خدا جو وقت اور مکان سے بالا ہے اس کو یہ ساری چیزیں اپنے سامنے کھلی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں، اس لئے اُسے انتظار میں بے صبری پیدا نہیں ہو سکتی۔ جسے چیز سامنے دکھائی دے اِس طرف بھی اور اُس طرف بھی اُس کے لئے بے صبری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس حقیقت میں اللہ ہی کی ذات صبور ہے ورنہ انسان خواہ کتنا ہی صبر والا ہو کچھ نہ کچھ صبر کے عدم کی کیفیات بھی اس کے ساتھ لگی رہتی ہیں، کچھ نہ کچھ بے چینی ضرور رہتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھیں کہ خدا کی طرف سے غیر معمولی قوت یافتہ تھے لیکن اسلام کی فتح کے انتظار کی باتیں کرتے ہیں تو بے قرار ہو جاتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی بسمل خاک اور خون میں لتھڑا ہوا تڑپ رہا ہو اور عرض کرتے ہیں کہ ؎

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

پس حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بھی اگر کوئی بے چینی تھی یا کوئی بے صبری تھی تو وہ خدا ہی کے سامنے بیان ہوتی تھی مگر تھی وہ غلبۂ اسلام اور نیکیوں کے غلبہ سے متعلق۔

اللہ تعالیٰ سزا میں جلدی کرتا ہے نہ جزا میں

جس چیز سے محبت ہو وہ اگر سامنے دکھائی نہ دینے لگے تو ظاہر ہے کہ اُس کے انتظار میں ایک تکلیف کی حالت پیدا ہوتی ہے اور اسی کو بے صبری کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دنیا ہو یا وہ دنیا عملاً حقیقتاً کوئی بھی فرق نہیں اس لئے وہ عذاب میں بھی کوئی جلدی نہیں کرتا اور بعض دفعہ عطا میں بھی کوئی جلدی نہیں کرتا۔ عطا میں ہماری بے صبری کی خاطر جلدی کرتا ہے اور کچھ دے دیتا ہے، جیسا کہ ہماری جماعت میں کثرت سے یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بعض دفعہ اِدھر سے نیکی کی، اُدھر سے جزا مل گئی۔ ہاتھوں ہاتھ، نقد و نقد سودے چل رہے ہیں لیکن وہ حقیقت میں جزا نہیں ہے۔ وہ مٹھاس کا ایک لُقمہ ہے جو چکھایا جا رہا ہے جیسے کوئی ماں کھانا پکا رہی ہو اور اس کی بڑی اچھی خوشبو اُٹھ رہی ہو بچہ پاس سے گزرتا ہے تو ماں اُسے بُلا کر تھوڑا سا چکھا دیتی ہے، یہ مطلب تو نہیں کہ سارا کھانا ہی اُس کو مل گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بھی نہ سزا میں جلدی کرتا ہے نہ جزا میں جلدی کرتا ہے ہاں چکھاتا ہے چنانچہ بعض دفعہ عذاب کے لُقمے بھی چکھائے جاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ؎

یہ نشان زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن
وہ تو اِک لُقمہ تھا جو تم کو کھلایا ہے نہار

جس طرح صبح صبح ایک لُقمہ کھلایا جاتا ہے نہاری کے طور پر یہ وہ کھلایا گیا ہے، ابھی بہت عذاب آنے والے ہیں۔ پس اس نسبت سے اس آیت کا تعلق مجھے ان دردناک حالات سے معلوم ہوا جو عالمِ اسلام پر اس وقت وارد ہیں اور دن بدن ان کا دکھ بڑھتا چلا جا رہا ہے اور دردناک عذاب دینے والوں کی بیباکی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

بوسنیا کے مہاجرین سے جماعت احمدیہ کا محبت بھرا سلوک

بوسنیا کے متعلق خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت جماعت احمدیہ ہر ملک میں جہاں جہاں بھی بوسنیا کے مہاجرین ہیں غیر معمولی محبت کا سلوک کر رہی ہے اور بہت محنت کر رہی ہے۔ چنانچہ تفصیل سے جو رپورٹیں ملتی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ بعض لوگ تو اس بات کے لئے وقف ہو گئے ہیں۔ دن رات بوسنیا کے مظلوموں کی خدمت کرنا، اُن سے تعلقات استوار کرنا، اُن کو مسجدوں میں لے کر آنا یا اُن پر پہنچ کر اُن کو نیکی کی باتیں پہنچانا اور پھر ہمدردی کے تمام عملی ذرائع کو کام میں لاتے ہوئے ان کے زخموں کو مندمل کرنے کی کوشش کرنا یہ یورپ کی جماعتوں میں ایک عام دستور ہے اور انگلستان میں خصوصیت کے ساتھ اس سلسلہ میں بہت کام ہو رہا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے بہت ہی احسان کے ساتھ اس بات کا ذکر کرتا ہوں کہ یہاں کی لجنہ کو خصوصیت سے بہت عمدہ خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ چنانچہ چند دن پہلے اسلام آباد (لندن) میں بوسنین خواتین اور بچوں پر مشتمل ایک بڑا قافلہ آیا جس کا انتظام دو تین جگہ کی لجنات کی شاخوں نے کیا اور بڑی محنت سے احمدی خواتین ان کے گھروں تک پہنچیں۔ ان کو ساتھ لے کر آئیں اور ایک کافی دلچسپ مجلس لگی۔ دلچسپ ان معنوں میں تھی کہ جو آنسو اس مجلس میں بہتے تھے وہ خوشی کے بھی تھے اور غم کے بھی تھے۔ ان چہروں کو جس نے نہیں دیکھا اس کو تصور نہیں ہو سکتا کہ کیسی عجیب کیفیات کے حامل وہ چہرے تھے۔ ایک طرف اسلام کے نام پر بے لوث محبت کے نتیجہ میں

پگھلے جا رہے تھے اور دوسری طرف ان کو اپنے دردناک ماضی کی یادیں آتی تھیں جو قریب کا ماضی ہے اور اس کے نتیجہ میں چہرے پر عجیب قسم کی وحشت دوڑنے لگتی تھی۔ بعض آنکھوں میں مسکراتے ہوئے بھی اتنا گہرا غم تھا کہ اُن میں ڈوب کر انسان کے دل میں ایک ہَول اٹھتا ہے کہ کس گہرائی کا غم ہے جس کی کوئی اتھاہ دکھائی نہیں دیتی۔

بوسنیا کے مسلمانوں پر ناقابلِ بیان مظالم

اس ضمن میں خدام الاحمدیہ (یو۔ کے) کے سابق صدر صاحب کے سپرد میں نے جو کام کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بوسنیا وغیرہ سے متعلق نظر رکھیں کہ کیا ہو رہا ہے، دانشور کیا کہہ رہے ہیں اور مختلف سمت سے بوسنیا کے حق میں یا ان کے حالات کے مختلف پہلوؤں پر جو آوازیں اٹھ رہی ہیں ان کو ریکارڈ کریں۔ چنانچہ انہوں نے اب تک جو مضامین اکٹھے کر کے مجھے دیئے ہیں ان میں بعض ایسے مضامین ہیں جو فی الواقعہ پڑھے نہیں جا سکتے۔ ۵۰ ہزار سے زائد مسلمان خواتین کی جس دردناک ظالمانہ طریق پر بے حُرمتی کی گئی ہے اس کی تفصیل بیان کرنے کا نہ یہ موقعہ ہے نہ مجھ سے ہو سکے گی لیکن ان میں سے اکثریت کو پھر بہیمانہ سلوک کے بعد بڑے ہی ناقابلِ بیان طریق پر یا ذبح کیا گیا ہے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے گولیاں مار مار کر مارا گیا ہے۔ اتنے مظالم ہیں کہ آپ ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کس طریق پر کیسے کیسے مظالم توڑے گئے اور بہت سے ایسے مظالم ہیں جہاں ظلم کرنے والوں نے بعض دوسرے یوربین انٹرویو لینے والوں کو انٹرویو کے دوران بڑے فخر سے بتایا کہ ہم یہ کرتے ہیں اور ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے، تو بہت ہی دردناک حالات ہیں اور یہ دردناک حالات ایک غیر منصفانہ دور میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔

انصاف سے خالی دلوں کا نیو ورلڈ آرڈر

یہ دور ناانصافیوں کا دور ہے۔ یہ جو NEW WORLD ORDER کا تصوّر ہے یہ کوئی خدا کا تقویٰ رکھنے والوں کا تو نیو ورلڈ آرڈر نہیں ہے۔ یہ اللہ سے اور بندوں سے محبت رکھنے والوں کا نیو ورلڈ آرڈر تو نہیں ہے۔ یہ انصاف اور رحم سے خالی دلوں کا نیو ورلڈ آرڈر ہے۔ یہ ایک ایسی تعلّی کی آواز ہے جو آپ کو سنائی دے رہی ہے۔ جب ایک ظالم دیکھتا ہے کہ اب اس کے ہاتھ روکنے والا دوسرا ظالم میدان میں نہیں رہا تو پھر چنگھاڑتا ہوا وہ اپنے شکار پر حملہ آور ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کوئی میرے ہاتھ روک نہیں سکتا۔ یہ جو جانوروں کی دنیا کے نقشے تصویروں میں دکھائے جاتے ہیں ایسے حالات بعض دفعہ ان میں دکھائی دیتے ہیں۔ ایک جانور کو گرا کر زخمی کر کے ایک درندہ اُس کو کھانے پر تیار بیٹھا ہے کہ ایک اور درندہ دوسری طرف سے آجاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے پر کچھ دیر غرّاتے ہیں اور اس کے بعد ایک جو کمزور ہے وہ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ پھر وہ اس کو جس طرح بے فکر ہو کر بھنبھوڑتا ہے اور جس طرح بھنبھوڑنے والے یعنی فاتح درندے کے چہرے پر جیسے بے تکلّف ظلم کے آثار ہوتے ہیں کہ کوئی نہیں ہے مجھے پوچھنے والا، یہی حال آج کی دنیا میں طاقتور قوموں کا ہے۔ یہ نیو ورلڈ آرڈر ہے جس کو دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

عالم اسلام پر دنیا بھر میں ہونے والے مظالم

آپ عالم اسلام پر نظر دوڑا کر دیکھیں تو آپ کو ایک طرف بوسنیا دکھائی دے گا، ایک طرف فلسطین دکھائی دے گا، ایک طرف کشمیر اور بمبئی اور اسی طرح ہندوستان کے بعض دوسرے علاقے دکھائی دیں گے۔ پھر آپ کو عراق میں مختلف مناظر نظر آئیں گے۔ کہیں وہ شیعہ یا کرد اقلیتیں ہیں ـــــــ جن پر کہا جاتا ہے کہ صدام حسین نے ظلم کئے تھے۔ کہیں سارے عراق کے باشندے ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ڈکٹیٹر کے جبر کے نیچے مجبور ہیں اور اس کے مقابل پر ان سب پر عرصۂ حیات تنگ کر دینے کی ظالمانہ کارروائیاں اور یہ کہتے ہوئے ان کو مجبور کرنا کہ جب تک تم صدام حسین کو اپنے اوپر سے ہٹاؤ گے نہیں ہم تم پر ظلم کرتے رہیں گے۔ عجیب و غریب انصاف کے نئے تصوّر کھینچے جا رہے ہیں جن کی کسی معمولی عقل رکھنے والے کو بھی سمجھ نہیں آسکتی کہ کیسا انصاف ہے۔ ایک طرف فلسطین کا حال ہے۔ وہاں ایک چھوٹے سے دائرے میں رہنے والی چھوٹی سی حکومت رعونت میں بہت بڑھی ہوئی حکومت ہے اور وہ جب چاہے جس طرح چاہے بیچارے نہتّے فلسطینیوں پر جس رنگ میں چاہے ظلم کرتی چلی جائے اور اُس کے متعلق جب کوئی آواز اٹھتی ہے تو اس پر بڑی قوموں کا ایک ردّ عمل ہوتا ہے۔ دوسری طرف بوسنیا کے مسلمانوں پر مظالم کا ایک ردِّ عمل ہے۔ تیسری طرف کشمیر کے اور ہندوستان کے دیگر مسلمانوں پر مظالم کا ایک ردِّ عمل ہے۔ پھر عراق کی بات ہے۔ ان سب کا موازنہ کر کے آپ دیکھیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہر جگہ پیمانے بدلے ہیں۔ کہیں آنکھیں بند کر لی گئی ہیں تو ذکر ہی کوئی نہیں چل رہا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کشمیر میں مسلمانوں پر ایسے زبردست مظالم توڑے جا رہے ہیں کہ خود ہندو مُنصِف مزاج لوگوں نے اور صاحب حق لوگوں نے اس کے خلاف بڑی شدّت سے آواز اٹھائی ہے۔ حکومت کی قائم کردہ تحقیقاتی کمیٹیوں نے ثابت کیا ہے کہ ہماری توجہ کی طرف سے بہت ہی بہیمانہ مظالم مظلوم مسلمانوں پر توڑے گئے ہیں لیکن آپ کو کوئی ذکر نہیں ملے گا کہ یہاں کوئی واقعہ بھی ہو رہا ہے لیکن عراق کو دیکھیں، کہا جاتا ہے اس نے کسی وقت شیعوں پر ظلم کئے تھے یا کُردوں پر کئے تھے چنانچہ ان موہوم ظلموں کی یاد میں عراق کی ساری آبادی کو مظالم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ایک طرف یہ انصاف ہے۔

اسرائیل کی رعونت کا حال

دوسری طرف اسرائیل کا حال ہے کہ تمام دنیا کی اپیلوں کو رد کرتے ہوئے، تمام دنیا کی طرف سے بارہا توجہ دلانے کے باوجود اور یونائیٹڈ نیشنز میں اس موضوع پر بحثوں کے باوجود اسرائیل اپنی جگہ پر اڑا رہا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں ان چار سو فلسطینی مسلمانوں کو واپس اپنے ملک میں لے لوں جن کو اسرائیل کی حکومت نے جبراً اپنے ملک سے باہر نکال پھینکا ہے جن کا کوئی بھی ملک نہیں۔ جن کو مدد دینے کے لئے جو کوششیں کی جاتی ہیں ان کی راہ میں بھی خود اسرائیل روک ہے۔ بہت ہی دردناک حالات میں کیمپوں میں زندگی گزار رہے ہیں اُن کے متعلق ساری دنیا کی اپیلیں رد کی جا رہی ہیں کہ ہمیں کوئی پروا نہیں۔ جب یہ معاملہ سیکیورٹی کونسل میں پہنچا تو ابتدائی ریزولیوشن کے الفاظ (یوں معلوم ہوتا تھا کہ) اگر منظور ہو گئے تو اسرائیل کے لئے اب کوئی فرار کی

راہ باقی نہیں رہے گی۔ بڑے شدت کے الفاظ کے ساتھ جس طرح عراق کے خلاف استعمال کئے گئے تھے اس سے کچھ ملتے جلتے تھے، ویسے سخت نہ بھی لیکن ان میں سیکیورٹی کونسل سے یہ مطالبہ تھا کہ ایک ریزولیوشن پاس کرو کہ اگر اسرائیل نے ان چار سو مسلمانوں کو واپس قبول نہ کیا تو اس کے خلاف SANCTIONS عائد کی جائیں گی یعنی پابندیاں عائد کی جائیں گی کہ اُس کے ساتھ تمام دنیا کے تجارتی اور دیگر روابط کٹ جائیں۔ اس کا اسرائیل نے جو جواب دیا وہ آپ لوگوں نے ٹیلی ویژن میں بھی دیکھا ہوگا، اخبارات میں بھی پڑھا ہوگا، ریڈیو پر سنا ہوگا۔ ایسی بیباکی سے سر اٹھا کر یونائیٹڈ نیشنز کی آواز کو یوں ٹھوکر ماری ہے جیسے کوئی بھونکنے والے کتے کا منہ توڑتا ہے اور امریکہ کے صدر کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تم کر کے تو دیکھو۔

احمدیہ ہوسٹل کا ایک پرانا واقعہ

اور پھر اس کا جو نتیجہ نکلا اس پر مجھے پرانے زمانے کا احمدیہ ہوسٹل کا ایک واقعہ یاد آ گیا جبکہ ہم گورنمنٹ کالج میں پڑھا کرتے تھے۔ یہ تقسیم ہند سے پہلے کی بات ہے۔ وہاں ایک دفعہ راجہ محمد اسلم صاحب جو بڑے ذہین مشہور تھے اور بہت مخلص تھے اور مقابلے کے امتحانوں میں گولڈ میڈل لینے والے تھے ان کا ایک صدمہ کی وجہ سے دماغ پھر گیا تھا تو وہ بیچارے اس حالت میں احمدیہ ہوسٹل میں آکر قیام پذیر ہوئے جبکہ سر پر یہ جنون سوار تھا کہ میں لوگوں کی شادیاں کراؤں اور آج بھی کئی احمدیوں کے دماغ میں یہ ہے۔ میں کسی دن اس کا ذکر کروں گا۔ ان کو شادیوں کا شوق اس لئے تھا کہ جس وجہ سے وہ پاگل ہوئے تھے وہ شادی کے سلسلہ میں ہی ایک صدمہ تھا۔ بہت ہی قابل انسان۔ بہت ہی مخلص اور فدائی اور غیر معمولی ذہین لیکن اس ٹھوکر میں آکر ان کا دماغ چل گیا۔ احمدیہ ہوسٹل بیٹھے بیٹھے قریباً ہفتہ گزر گیا۔ وہ آئے دن لوگوں کے رشتے جوڑتے تھے۔ کسی لڑکے کو پکڑ لیا کہ آؤ میں نے تمہارے لئے فلاں رشتہ ڈھونڈا ہے اور کسی دوسرے کو پکڑا کہ تمہارے لئے فلاں رشتہ ڈھونڈا ہے۔ کسی کو دوسری شادی کسی کو تیسری شادی کی تلقین۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب بہت شریف انسان تھے بڑے نرم دل اور تحمل سے بات کرنے والے لیکن آخر وہ تنگ آ گئے۔ انہوں نے ایک دفعہ صبح کی نماز کے بعد راجہ صاحب کو مخاطب کر کے بڑے ادب سے فرمایا کہ دیکھیں راجہ صاحب! میں آپ کا بہت احترام کرتا ہوں۔ بڑی عزت ہے لیکن قانون، قانون ہی ہے۔ اب دیکھیں جماعت کا قانون ہے کہ کوئی غیر طالب علم جو اس ہوسٹل کا باشندہ نہیں ہے وہ یہاں نہیں رہ سکتا اور آپ کو سات دن ہو گئے ہیں تو میں بڑے ادب سے آپ سے بات کر رہا ہوں کہ مہربانی فرما کر یہ جگہ چھوڑ دیں۔ انہوں نے فوراً پلٹ کر اُن سے کہا کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب یہ آپ حکم دے رہے ہیں یا درخواست کر رہے ہیں کیونکہ ان کی دیوانگی کا ایک رعب تھا اور سپرنٹنڈنٹ صاحب ویسے ہی ذرا شریف النفس اور نرم دل کے آدمی تھے اُنہوں نے گھبرا کر کہا کہ راجہ صاحب میں درخواست کر رہا ہوں۔ عرض کر رہا ہوں۔ فوراً راجہ صاحب نے کہا: چل اُوئے ٹیکیا نامنظور۔

"ٹیکیا" پنجابی محاورہ ہے۔ مجھے تو ابھی تک اس کا مطلب سمجھ نہیں آیا لیکن کوئی تحقیر کا ایک لفظ ہے کہ چل اُوئے ٹیکیا نامنظور کہ اگر درخواست ہے تو یہ نامنظور ہے تو اسرائیل کے سلسلہ میں وہ جو تحکمات تھے اب وہ درخواست بن گئے ہیں۔ جب اسرائیل نے اسی دیوانگی کے عالم میں جو تکبّر اور رعونت سے پیدا ہوتی ہے مڑ کر کہا کہ بتاؤ یہ کیا ریزولیوشن منظور ہونے والا ہے۔ حکم دینے لگے ہو یا درخواست کرنے لگے ہو تو انگلستان جس نے یہ ریزولیوشن MOVE کیا تھا انہوں نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ حضور ہم درخواست کر رہے ہیں۔ اس کا جواب وہی ہوگا جو میں بتا چکا ہوں کہ چل اُوئے ٹیکیا نامنظور یہ انصاف کا اور دنیا میں امن قائم کرنے کا ایک پیمانہ ہے جو مغربی قومیں آپس کے تعلقات میں برتتی ہیں۔

مغربی قوموں کے انصاف کے مختلف معیار

جب یوگوسلاویہ کے عیسائی یا دہریہ ظالم ہوں اور مسلمان مظلوم ہوں۔ جب فلسطین کے مظلوم اور دنیا کے ستائے ہوئے بیچارے مسلمان مظالم کا نشانہ بنائے جا رہے ہوں اور اپنے ساتھی سفید فام یہودی ظلم کرنے والے ہوں تو انصاف کے تقاضے، امن قائم کرنے کے پیمانے سب کچھ بدل جاتے ہیں۔ دوسری طرف اگر مسلمان کو ظالم کے طور پر پیش کیا جائے خواہ وہ مسلمانوں پر ہی کر رہا ہو تو ان سے برداشت نہیں ہوتا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم کرے۔ کہتے ہیں یہ صدام حسین کیسا مسلمان بنا پھرتا ہے، اپنے مسلمان بھائیوں پر ظلم کر رہا ہے۔ ہم دنیا کی آزاد قومیں برداشت کیسے کر سکتی ہیں کہ کوئی مسلمان اپنی رعونت میں اپنے مسلمان بھائیوں پر ظلم کرے جب بابری مسجد کے نتیجہ میں مظالم کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ان کی اندرونی باتیں ہیں۔ ملک کے اندر کیسے کوئی دخل دے سکتا ہے، ہندوستان ایک آزاد ملک ہے۔ کشمیر کا معاملہ ہندوستان کا معاملہ، بابری مسجد کے قصے ہندوستان کے قصے۔ بیرونی طاقتوں کو کیا حق ہے کہ کسی اور ملک میں جا کر دخل اندازی کرے تو یہ ہے انصاف کا عالم اور یہ نیو ورلڈ آرڈر ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس وقت کیا کرنا چاہئے، کیا کر سکتے ہیں؟ جواب میں کہوں گا وہ بظاہر عملاً آپ کو چھوٹی دکھائی دے گی لیکن بہت بڑی بات ہے کیونکہ قرآن کریم نے ان مسائل کا یہی حل بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ والعصر میں جس کا میں پہلے بھی بارہا ذکر کر چکا ہوں اس زمانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا گیا۔

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ (سورۃ العصر: آیت ۲-۳)

زمانہ گواہ ہوگا کہ جب ناانصافی کی حکومت ہوگی۔ جب عدل دنیا سے اٹھ جائے گا تو انسان لازماً گھاٹے میں ہوگا۔ اس میں ناانصافی اور عدل کے فقدان کا ذکر دراصل اگلی نصیحت کے دوسرے پہلو میں شامل ہے۔ اگر علاج حق بیان کیا جا رہا ہو تو صاف ظاہر ہے کہ جھوٹ کی حکومت ہے اور جھوٹ بیماری ہے جس کے نتیجہ میں انسان گھاٹے میں ہے۔ جب صبر کی نصیحت کی جا رہی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ظلم ہو رہا ہے اور عدل کا خون ہو رہا ہے۔ پس یہ مضمون میں اپنی طرف سے اس چھوٹی سی سورۃ کی طرف منسوب نہیں کر رہا۔ اس سورۃ کے اندر گہرے مطالب پنہاں ہیں جو باقاعدہ تلاش سے دکھائی دینے لگتے ہیں، نظر آتے ہیں۔ کھلم کھلا وہاں موجود ہیں۔ پس فرمایا کہ کل عالم اُس وقت گھاٹے میں ہوگا اور زمانہ اپنے اطوار سے اُس گھاٹے کی گواہی دے گا۔ نصیحت یہ فرمائی کہ اس کا علاج حق سے کرنا اور حق کی نصیحت کرتے ہوئے کرنا۔ سچائی پر قائم کرتے ہوئے سچائی کی نصیحت کرنا اور صبر پر قائم رہتے

ہوئے، صبر کا دامن پکڑتے ہوئے صبر کی نصیحت کرنا۔ اس نصیحت میں درحقیقت زمانے کی دو بیماریاں ہمیں بتادی گئیں اور مفسرین بالعموم مثبت پہلو کو تو سامنے رکھتے ہیں اور رکھنا بھی چاہیئے لیکن یہ معلوم نہیں کرتے کہ یہ مثبت پہلو کیوں بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ زمانہ ان دونوں باتوں سے عاری ہوگا۔

سچ پر قائم ہونے کی نصیحت

اس لئے ان کی تلقین فرمائی گئی کہ اے مسلمانو! اگر تم زمانے کی تقدیر بدلنا چاہتے ہو تو بیماری کو دیکھو، بیماری کا حل تلاش کرو۔ جیسی بیماری ہے ویسی دوا ہونی چاہیئے اور فرمایا کہ ہم تمہیں دوا بتا دیتے ہیں اور وہ بعینہٖ مرض کے مطابق ہے۔ دوا یہ ہے کہ سچ پر قائم ہوجانا اور سچ کی تعلیم میں سچائی سے کام لینا۔ دوا یہ ہے کہ صبر کی نصیحت کرنا لیکن صبر پر قائم رہتے ہوئے، خود صبر کے نمونے دکھاتے ہوئے۔ ان آیات سے اس وقت کی دنیا کا جو منفی نقشہ اُبھرتا ہے وہ مجھے بالکل صاف دکھائی دے رہا ہے۔ ایسا زمانہ ہے جہاں سارے بدبخت جھوٹے ہو گئے ہیں، چھوٹے بھی جھوٹے، بڑے بھی جھوٹے، سیاستدان بھی جھوٹے اور مذہبی راہنما بھی جھوٹے۔ حکومتیں بھی جھوٹی اور رعایا بھی جھوٹی۔ امیر بھی جھوٹا اور غریب بھی جھوٹا۔ اگر جھوٹ کا یہ نقشہ اتنا عام نہ ہوتا تو خدا سارے زمانہ کو یہ نہ کہتا کہ گھاٹے میں چلا گیا ہے۔ سارا انسان گھاٹے میں نہ جاتا۔ ''الانسان'' کے گھاٹے میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان ان بدصفات میں ملوث ہو چکے ہیں۔ ان برائیوں، ان جرائم میں ڈوب گئے ہیں۔ ہر جگہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ پس آج کی سیاست کا جو نقشہ آپ کو دکھائی دے رہا ہے۔ آج تجارت کے جو نقشے آپ کو دکھائی دیتے ہیں۔ ملک میں حکومت اور رعایا کے تعلقات کے جو نقشے آپ کو نظر آتے ہیں جس طرف آپ نظر ڈال کر دیکھ لیں سب میں بنیادی جرم جھوٹ کا جرم ہے جو قدرِ مشترک ہے اور یہ اتنا عام ہے کہ ہر سطح پر رچ بس گیا ہے اور ایک کا دوسرے سے فرق نہیں کیا جا سکتا۔ پہلے کہا جاتا تھا کہ یہ رعایا جھوٹی ہے یا بادشاہ جھوٹا ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ جس زمانہ کی ہم بات کر رہے ہیں رعایا بھی جھوٹی ہوگی اور بادشاہ بھی جھوٹا ہوگا، چھوٹے ملک بھی جھوٹے ہوں گے اور بڑے ملک بھی جھوٹے ہوں گے اور اگر تم زمانہ کو اس مرض سے شفاء بخشنا چاہتے ہو تو تمہیں سچا ہونا پڑے گا۔ سچائی کا دامن پکڑو گے اور پھر سچائی کی نصیحت کرو گے تو تمہاری نصیحت میں طاقت ہوگی اور زمانے کے اطوار بدل سکو گے ورنہ نہیں۔

ظلم کے خلاف اٹھنے والے خود ظالم بن گئے

پھر صبر کا مضمون چھیڑ کر بتایا کہ لوگ بہت مظلوم ہوں گے۔ انسان بحیثیت انسان مظلوم ہوگا اور یہ جو نقشہ ہے یہ حقیقت میں مالک پر بھی اطلاق پاتا ہے اور مزدور پر بھی، حکومت پر بھی اور رعایا پر بھی کیونکہ جن ملکوں پر آپ ظالم حکومتوں کو دیکھتے ہیں ان کے گذشتہ چند سال کے انقلابات پر (اگر وہاں انقلاب آئے ہوں) غور کر کے دیکھ لیں اور اسی سے باقی دنیا کے حالات کا اندازہ کریں تو پتہ چلے گا کہ انقلاب لانے والے بھی جب حکومتوں پر فائز ہوتے ہیں تو ظالم بن کر ہی اُبھرتے ہیں۔ جب اشتراکیت کا انقلاب آیا تھا تو وہ ظلم کے خلاف انقلاب تھا لیکن انقلاب خود اپنی ذات میں ظالمانہ تھا جب ظلم کے نام پر ظالم کے خلاف جہاد کرنے والے حکومت پر فائز ہوئے تو وہ خود ظالم بن گئے۔ اسی طرح ظلم کے خلاف ایک انقلاب ایران میں ہوا تھا اور بعد میں جس طرح بعض لوگوں کا قتل عام ہوا ہے دنیا کا کوئی انصاف پسند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ظلم کا جواب اس طرح دیا جانا چاہیئے تو جہاں جہاں بھی دنیا میں انقلاب آرہے ہیں۔ ایک ظالم کے خلاف ایک مظلوم انقلاب لاتا ہے لیکن جب اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں پہلے ظالم فائز تھا تو خود ظالم بن کر ظاہر ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مخفی ظلم کی رگ ہر انسان کے اندر پھڑک رہی ہے ہر انسان سے مراد یہ نہیں کہ استثناء کوئی نہیں۔ قرآن کریم خود استثناء فرما رہا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اتنی عام بات ہے کہ گویا ہم کہہ سکتے ہیں سارا زمانہ ظلم کا شکار ہو چکا ہے اور بے صبرا ہو گیا ہے۔ بے صبرا پن اُن لوگوں کا بہت ہی خوبصورت نقشہ کھینچ رہا ہے جن کو حکومت میں بھی چین نہیں اور جو محکوم ہے ان کو تو ویسے ہی چین نہیں۔ امیروں کو بھی چین نہیں اور غریبوں کو بھی چین نہیں ہے۔ اگر آپ اس وقت دولتمندوں کا حال دیکھیں تو آپ حقیقت میں حیران ہوں گے کہ دولتمند بھی بڑے سخت بے چین اور بے قرار ہیں۔ ان میں بھی ایسی تکلیفیں ہیں جنہوں نے ان کو بے صبر کر دیا ہے اور کئی دفعہ اچانک ایسے حالات سامنے آتے ہیں جن سے ہمیں نمونۃً اندازہ ہو جاتا ہے کہ بظاہر خوش باش اور عیش و عشرت میں ملوث دولتمندوں کے دلوں کی کیا کیفیت ہے ابھی چند دن ہوئے انگلستان کے ایک امیر ترین آدمی کی ایک بیٹی نے خودکشی کی ہے جس کی کہانیاں اخبارات اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ عام مشتہر کی گئیں اور دنیا کی ہر نعمت ہر چیز تھی۔ بے حد محبت کرنے والا باپ تھا لیکن دل تھا کہ اس میں ایک جہنم بھڑک رہی تھی اور بعض دفعہ ایسے ایسے واقعات نظر آنے لگ جاتے ہیں یعنی سطح پر ابھر آتے ہیں لیکن سطح کے نیچے ایک تلاطم برپا ہے۔ وہ خدا جو عالم الغیب والشہادہ ہے اُس کے لئے تو نہ سطح کی کوئی حقیقت نہ تہہ کی کوئی حقیقت۔ بیک وقت اس کی سطح پر بھی نظر ہوتی ہے اور تہہ پر بھی نظر ہوتی ہے۔ پس جھوٹ کا قرآن کریم میں جو نقشہ کھینچا گیا کہ کلُ عالم کو جھوٹ غرق کر دے گا۔ انسان بحیثیت انسان جھوٹا ہو جائے گا۔ اس کا تو ہمیں علم ہے۔ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن صبر کا جو مضمون ہے اس کے بعض حصوں پر ہماری نظر ہے، بعض حصوں پر نہیں ہے۔ اس لئے پہلی گواہی کے سچا ہونے کے نتیجہ میں ہم پورا یقین کر سکتے ہیں کہ اگلی بات بھی ہر طرح سچی ہے۔

مسلمانوں کو صبر کی نصیحت

یہ جو بڑی بڑی حکومتیں ہیں ان کے سربراہ اور حکومت پر فائز افسران یا سیاستدان یہ خود بھی بے چین ہیں اور یہ بے چینی بڑھ رہی ہے چنانچہ اس وقت یورپ میں جو کیفیت ہے اگر آپ گہری نظر سے یورپ کی سیاست کا تجزیہ کریں تو ہر حکومت پہلے سے بڑھ کر بے چین ہو رہی ہے اور امریکہ کا بھی یہی حال ہے۔ ایک بے چینی کم کرتے ہیں تو دوسری بے چینی آلیتی ہے اور ایک طرف سے توجہ ہٹانے کی خاطر کوئی دوسرا ظلم کرتے ہیں تو جس طرف سے توجہ ہٹائی جاتی ہے وہاں مواد اٹھنا شروع ہو جاتا ہے اور اُبلنا شروع ہو جاتا ہے تو اس وقت سارا عالم بے چین ہے۔ نہ کوئی بڑا چین میں بیٹھا ہوا ہے، صبر کے ساتھ ہے نہ کوئی چھوٹا صبر کے ساتھ ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ

تم صبر سے کام لینا اور مسلمانوں نے چونکہ اس زمانہ میں خصوصیت سے مظلوم بننا تھا اس سے خصوصیت سے صبر کی تلقین فرمائی۔ پس مسلمان قوم کے لئے نجات کی یہ دو ہی راہیں ہیں۔ سچ پر قائم ہوں اور اس وقت بدنصیبی کے ساتھ مسلمان ملکوں میں اتنا جھوٹ ہے کہ جس طرح سڑے ہوئے گوشت میں سُنڈیاں دکھائی دیتی ہیں اس طرح کثرت سے جھوٹ بولنے والے سوسائٹی میں کلبلا رہے ہیں۔ بہت [illegible] نظارے ہیں اور چھوٹے بڑے اکثر جھوٹے ہو چکے ہیں۔ سیاستدان تو بطورِ خاص جھوٹا ہے حکومت سے باہر رہتے ہوئے سیاستدان جھوٹ کو نفرت سے دیکھتا ہے۔ جھوٹ پر تنقید کرتا ہے۔ جھوٹ کو پاؤں تلے روندنے کے دعوے کرتا ہے مگر وہی سیاستدان جب حکومت میں آتا ہے تو جھوٹ اس کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے۔ میں کسی ایک ملک کی بات نہیں کر رہا، یہ ایک عمومی صورتحال ہے جو ساری دنیا میں دکھائی دیتی ہے اور مسلمان ممالک بدقسمتی سے اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ پس مسلمانوں کے لئے بطورِ خاص نصیحت ہے کہ تم حق پر قائم ہو۔ حق کی طرف لوٹو ورنہ تم بھی گھاٹے پانے والے انسانوں کی طرح اس گھاٹے والے زمانے کا شکار ہو جاؤ گے۔ اور فرمایا صبر سے کام لینا، ان مظالم کے وقت حقیقت میں سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اگر مسلمان صبر سے کام لے تو اُسے اپنے حالات کا جائزہ لینے کا بھی اور دشمن کے شر سے بچنے کا بھی زیادہ وقت ملے گا۔ جب صبر کی تلقین کی جاتی ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم پر ظلم کر رہا ہے، ظالموں کے حق میں بول رہا ہے لیکن خدا کی نصیحت صبر کی ہے تو اگر صبر کی نصیحت میں نہیں کروں گا تو جھوٹ بولوں گا۔ اگر بے چین اور بے تاب ردّعمل کی تلقین کروں گا تو یہ جھوٹ ہوگا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں مسلمان کو سب سے زیادہ صبر کی تلقین کی ضرورت ہے اور صبر کے نتیجہ میں بہت سے بڑے مظالم جو آگے اُن کی راہ تک رہے ہیں۔ اس راستے پر بہت سی کمین گاہیں ہیں جس راستے پر آج ہم چل رہے ہیں اور بہت سے حملے ہو رہے ہیں، ہو چکے ہیں اور بہت سے ہونے والے باقی ہیں اُن سے نجات کی یہی راہ ہے کہ ہم اس وقت فوراً صبر کی پناہ میں آجائیں۔ مجھے یاد ہے کچھ عرصہ پہلے یوگوسلاویہ کے البانیہ کے باشندے، اُن کے کچھ لیڈر میرے پاس مشورہ کے لئے آئے۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب کروشیا کی طرف سے نئی نئی بغاوت ہوئی تھی اور وہ قومیں جن میں البانیہ کے مسلمان بھی ہیں اور بوسنیا کے مسلمان بھی ہیں ان میں یہ خیالات بیدار ہو رہے تھے کہ ہم بھی بغاوت کر کے، ہم بھی کھلی جنگ کے ذریعہ اپنے سابقہ مظالم کا بدلہ لیں اور اپنی آزاد حکومتیں قائم کریں تو ایک گروہ جو یورپ سے آنے والے مختلف البانین راہنماؤں پر مشتمل تھا وہ مشورہ کے لئے میرے پاس آیا تو میں نے اُن سے کہا کہ دیکھو تم اس وقت تلوار کے ذریعہ یوگوسلاویہ کی حکومت کا تختہ الٹنے کا تصور بھی نہ کرنا۔ میں نے کہا کہ کروشیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اُس کے مقابل پر جو تمہارے ساتھ ہوگا، کروشیا پر باوجود اس کے کہ مذہبی اختلاف نہیں تھا پھر بھی بڑے مظالم توڑے گئے اور کروشیا کی اہلِ مغرب نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ مدد بھی کی ہے۔ میں نے کہا کہ تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔ جو مسلمان تمہیں ہتھیار دیں گے (اگر کوئی دیں گے) تو وہ ہاتھ کھینچ لیں گے اور جب مغرب نے ہتھیاروں کے داخلے پر قدغن لگائی تو کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ وہ تمہیں ہتھیار پہنچا سکے اور بالکل برباد کر دیئے جاؤ گے۔ جس حال میں ہو اس سے ہزاروں گنا بدتر ہو جائے گا۔ اس لئے سنجیدگی کے ساتھ اگر اپنی فلاح کی باتیں پوچھنا چاہتے ہو تو وہ میں تمہیں سمجھاتا ہوں چنانچہ میں نے ان کو چند باتیں سمجھائیں کہ اس طریق پر پہلے اپنے آپ کو منظم کرو۔ اپنے ہاتھ درست کرو۔ اپنی اقتصادیات کی فکر کرو۔ اپنی تعلیم کا معیار اونچا کرو اور رفتہ رفتہ آزادی لے کر تھوڑا تھوڑا کچھ دم خم اپنے اندر پیدا کرو۔ غرضیکہ اور بہت سی باتیں تھیں جن کا تفصیلی ذکر یہاں مناسب نہیں، ان میں سے کچھ ایسے تھے جو بہت مطمئن ہو کر گئے۔ کچھ ایسے تھے جنہوں نے اپنی بے چینی کا کھلم کھلا اظہار کیا کہ دیکھا! تمہارے متعلق کہتے تھے نا کہ تم مغرب کا لگایا ہوا پودا ہو، ویسے ہی مشورے دیتے ہو میں نے ان کو کہا کہ وقت آئے گا جو آپ کو بتا دے گا کہ میں خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہوں، مغرب کا پودا نہیں ہوں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہیں۔ وہ جب آپ کو عقل کے مشورے دیتے ہیں تو آپ کہہ دیتے ہیں کہ یہ دشمن کے حق میں باتیں کی جا رہی ہیں اور جو آپ کو بظاہر حق میں مشورہ دیتے ہیں وہ آپ کو دشمن کے چنگل میں پھنسا دیتے ہیں۔ ایسی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں جن سے نجات ممکن نہیں رہتی۔ آپ دیکھیں گے کہ وقت بتائے گا کہ ہم اُمّتِ مُسلمہ کے سچے خیر خواہ ہیں اور ہم سے زیادہ ہمدردانہ مشورہ اُمّتِ مُسلمہ کو کوئی نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد مجھے بعض یوگوسلاوین ملے، ان میں سے بعضوں کے علم میں یہ بات تھی بعضوں کے نہیں تھی۔ جب اُن سے بات کی گئی تو انہوں نے کہا کہ آپ نے ہمارے اوپر بڑا احسان کیا۔ ان دنوں میں واقعی جذبات میں بڑا اشتعال تھا اور بڑی کھچڑیاں پک رہی تھیں۔ اگر ہم کوئی ایسی غلطی کر بیٹھتے تو آج ہم نے بوسنیا کے مسلمانوں کا جو حال دیکھا ہے یہی حال آج ہمارا ہونا تھا بلکہ شاید اس سے بھی بدتر ہوتا تو اس وقت صبر کی ضرورت ہے اور یہ دونوں صفات مسلمان ممالک کو پہلے اپنے اندر نافذ کرنی چاہئیں۔

دنیا کے اعتبار سے صبر کرنیوالوں کی غیر معمولی طاقت

جب تک مسلمان ممالک سچائی اور صبر کی طرف نہیں لوٹیں گے اس وقت تک مسلمان ممالک میں کوئی طاقت پیدا نہیں ہو سکتی۔ صبر جیسی دنیا میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ صبر کرنے والے کی جو طاقت ہے وہ دنیا کے اعتبار سے بھی ایک غیر معمولی طاقت کے جمع کرنے کا فارمولا ہے۔ مثلاً ڈیم ہے' جہاں دریاؤں کے پانی بند کر کے بڑی بڑی جھیلیں اور تالاب بنائے جاتے ہیں وہ دراصل اس صبر کا نمونہ ہے۔ پانی بہتا رہتا ہے۔ اگر بہنا روک دیا جائے کہ اس طرح اپنی طاقت کو ضائع نہ کرو، رک جاؤ تو وہ طاقت ضائع نہیں ہوا کرتی وہ جمع ہو رہی ہوتی ہے، وہ بلند تر ہو رہی ہوتی ہے، چڑھ رہی ہوتی ہے، اس کا معیار بلند ہو رہا ہوتا ہے' اس کی طاقت بڑھ رہی ہوتی ہے اور پھر وہ ایک بہت بڑی عظیم الشان طاقت بن کر اُبھرتی ہے اُس وقت اگر وہ ٹوٹے تو بڑے بڑے علاقوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے بلکہ وہ دریا جس کو روکا گیا تھا خواہ کروڑوں سال بھی بہتا رہے تب بھی ویسی تباہی نہیں مچا سکتا۔ تبھی ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں کہ تجھ پر میرا صبر ٹوٹے۔ صبر پہلے اکٹھا ہوگا تو ٹوٹے گا نا۔ اگر صبر اکٹھا ہو ہی نا بلکہ گالیاں دے کر اور اشتعال انگیزی کی باتیں کر کے دل کے سارے غبار نکال لئے جائیں اور بات بات پر جھڑپیں کر کے کسی مظلوم پر ناحق ظلم کر کے ظالم کا بظاہر بدلہ لیا جا رہا ہو جس

طرح پاکستان میں بدنصیبی سے ہوا تھا کہ وہاں ہندوستان میں جو مظالم ہوئے اس کے نتیجہ میں کوئٹہ اور بعض علاقوں میں بعض ہندو بچوں کو زندہ آگ میں پھینکا گیا۔ کوئی مسلمان ضمیر اس کو برداشت نہیں کر سکتا اور مجھے یقین ہے کہ پاکستان کی بڑی بھاری آبادی کا یہی ردّ عمل ہو گا کیونکہ مسلمان اپنے ظلم میں بھی ایک حد رکھتا ہے اُس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا۔ آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تربیت میں اور بتوں کی تربیت میں، خدائے واحد کی تربیت میں اور بتوں کی تربیت میں ایک فرق ہے تبھی مسلمان اپنے مظالم میں بھی ایک حد سے آگے نہیں بڑھا کرتا تو ان کا یہی ردّ عمل ہو گا مگر افسوس ہے کہ چند نے جو بے صبری دکھائی اس کے نتیجہ میں اب مسلمان ہندوؤں کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم ظالم ہو۔ تم اس قدر بہیمانہ مظالم کی استطاعت رکھتے ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ تم نے کم کئے ہوں گے لیکن تم بھی تو آخر ویسے ہی ہو پس ضرورت ہے کہ مسلمان ممالک سچائی کی طرف لوٹیں اور اپنی ہر چیز میں انصاف قائم کریں۔

حق کا جو مضمون ہے یہ بہت وسیع ہے۔ جب قرآن کریم نے فرمایا کہ حق پر قائم ہو جاؤ، تو حق کی بہت ہی وسیع تعریف ہے۔ انصاف کا قیام بھی حق میں ہے اور مظلوم ہوتے ہوئے پھر سچائی کی بات سر بلندی کے ساتھ کرنا اور ظالم کو گویا عملاً ظلم کی دعوت دینا یہ حق کی اعلیٰ تعریف ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جہاد اور حق کو باہم ملا کر ایک ہی مضمون میں پیش فرمایا ہے۔ گویا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، فرمایا:۔

اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ ○

کہ سب سے اعلیٰ سب سے عظیم جہاد یہ ہے کہ کوئی انسان ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر سچی بات کہہ دے۔ پس ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہنے کا جو مضمون ہے وہ آج اسلامی حکومتوں کے اوپر بعینہٖ صادق آ رہا ہے، جن بڑی طاقتوں کو انہوں نے اپنا سلطان بنا رکھا ہے، جن کو وہ خدا کی طرح اگر ظاہری طور پر نہیں پوجتے تو دل سے پوج رہے ہیں اُن کے سامنے کلمہ حق کیوں نہیں کہتے۔ مسلمان مظلوموں کے حق میں کیوں آواز بلند نہیں کرتے، کیوں نہیں کہتے کہ تم غلط کر رہے ہو اور جرأت اور طاقت کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہتے۔ اگر یہ ایسا کریں تو جہاد کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے لازماً نصرت اور غلبہ کی بشارت ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نصیحت ہے اس پر عمل کر کے تو دیکھیں۔ قرآن نے فرمایا ہے حق پر قائم ہو گے تو تمہارا علاج ہو گا۔ پس حکومتوں کا بھی فرض ہے کہ حق پر قائم ہوں اور تمام مسلمان عوام کا بھی برابر فرض ہے خواہ وہ کسی دائرۂ زندگی سے تعلق رکھتے ہوں کہ آج وہ حق کی طرف لوٹیں۔ سچا ہونے کے نتیجہ میں اتنی عظیم طاقت نصیب ہو گی کہ دُنیا کی کوئی طاقت اس سچائی کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، پھر صبر کی طرف لوٹیں۔ صبر کے نتیجہ میں بھی جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے کہ ڈیمز (DAM'S) کا بننا بڑی بڑی غیر معمولی طاقتوں کو اکٹھا کرنے کا دوسرا نام ہے اور یہ صبر سے ہوتا ہے۔

صبر کے نتیجہ میں طاقت اور قبولیت دُعا کا حاصل ہونا

لیکن انسانی صبر دو طرح سے پھل لاتا ہے۔ ایک تو صبر میں بذاتِ خود قانونِ قدرت کے طور پر ایک طاقت ہے اور وہ طاقت غیر معمولی طور پر بڑھنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور مومن کے صبر کے ساتھ دوسرا مضمون دُعا کا شامل ہے۔ جب مومن صبر کرتا ہے تو اس کی دُعاؤں میں غیر معمولی طاقت پیدا ہونے لگ جاتی ہے۔ جب کوئی شخص خدا کے نام پر رک رہا ہے اور دل کے سارے تقاضے یہی ہیں کہ اب ٹوٹ پڑو۔ اس وقت جان فدا کر دینے کا وقت ہے، عواقب سے بے خبر ہو جاؤ، اپنے دل کی جلتی ہوئی آگ کا انتقام لو۔ اس وقت اگر خدا کی خاطر خدا کے نام پر اگر کوئی شخص رُک جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ صبر کی عمومی طاقت اُسے نصیب ہوتی ہے بلکہ اُس وقت کی دُعا ضرور مقبول ہوتی ہے۔

یہ ویسی ہی مثال ہے جیسے ماں بچے کی زیادتیوں پر صبر کرتی ہے۔ مسلمان بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی کرتا ہے لیکن وہ اس پر ظلم کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ صبر پر صبر کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا ہے اس وقت کی دُعا ضرور مقبول ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس مضمون کو ماں کے حوالے سے ہی بیان فرمایا ہے، فرمایا: خبردار! وہ دُعائیں جو نامقبول نہیں ہوتیں ان میں ماں کی اپنے بچے کے خلاف بددُعا ہے بڑا ہی بدنصیب بچہ ہے جس کے خلاف اس کی ماں دُعا کر دے کیونکہ ماں کی فطرت میں صبر ہے، وہ ظلم کسی خاص حد سے بڑھا ہوا ہے جس کے نتیجہ میں آخر ماں کا صبر ٹوٹا ہے اور ان معنوں میں صبر ٹوٹا کرتا ہے کہ زمین سے بھی ٹوٹتا ہے اور آسمان سے بھی ٹوٹتا ہے۔ پس مسلمانوں کے لئے نجات کے یہی دو رستے ہیں جو سورۃ والعصر نے ان کے لئے کھولے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ مسلمان ممالک میں اس بات کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔

دُعا کریں کہ تمام دُنیا میں نور کی شعاعیں پھوٹیں

اب حال ہی میں پاکستان میں عدالتِ عالیہ نے افرادِ جماعت احمدیہ کی طرف سے متفرق مقدمات جو بہت دیر سے سالہا سال پہلے سے دائر کئے گئے تھے، لیکن اس سے پہلے ہماری عدالتِ عالیہ خود بہتر جانتی ہے کہ کس حکمت کے پیش نظر مگر ان مقدمات کو سننے کی گویا طاقت نہیں رکھتی تھی، اب فضا بدلی ہوئی دکھائی دے رہی ہے کیونکہ عدالتِ عالیہ نے نہ صرف یہ کہ ان مقدمات کی شنوائی کی ہے بلکہ جس قسم کے تبصرے ہوئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم عدل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے۔ اگر یہ فیصلہ ہے تو میں پاکستان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تم ہلاکت سے بچائے گئے ہو۔ اگر عدالتِ عالیہ سے انصاف کی ضمانت جاری کر دی جائے اور حکومت اس انصاف کو قبول کر لے تو ضرور اس ملک کے دن پھر جائیں گے اور ضرور یہ ملک حق کی طرف واپس لوٹتا نہیں تو لوٹا دیا جائے گا۔ یہ خدا کی تقدیر کی طرف سے بہت ہی پیارا اشارہ مجھے دکھائی دیا ہے، جیسے اندھیروں کی لمبی رات کے بعد کوئی روشنی کی رمق دکھائی دے۔ عدالتِ عالیہ کے جو سب سے سینئر جج ہیں اُن کے تبصروں سے بعض دفعہ بجھا ہوا دل ایک دم کھل اٹھتا ہے اور بشاشت ہو جاتا ہے کہ الحمدللہ پاکستان کی عدالتوں میں انصاف کے کیسے کیسے پیارے گُل کھل رہے ہیں۔ ایک موقعہ پر جبکہ پاکستان کے اٹارنی جنرل نے یہ سوال اٹھایا کہ آپ بنیادی حقوق کی باتیں کر رہے ہیں، آزادیٔ ضمیر کی باتیں کر رہے ہیں کیا، پاکستان کے دستور اساسی کی اُس شق پر آپ کی نگاہ نہیں ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کی GLORY یعنی عظمت شان کی خاطر اگر کسی کو آزادی تقریر سے محروم کر دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ اسلام کی عظمتِ شان اور GLORY کے نام پر ہم مطالبہ کر رہے ہیں تو عدالت نے

باقی صفحہ نمبر 18 پر ملاحظہ فرمائیں

"اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اُسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معیّن طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔ میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھے اسی طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دُنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ مَیں دُنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اُس عالَم کا حصّہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں۔ اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اُس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اُس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک **چراغ** ہے۔ جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اُس روشنی سے حصّہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظُلمت میں ڈال دیا جائے گا ــــــ **اس زمانہ کا حصنِ حصین میں ہوں**۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزّاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے، ہر طرف سے اُس کو موت درپیش ہے! اور اُس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے۔ اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے۔ اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خُدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے۔ اور میں اُس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفسِ مُزکّی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اس کے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھ دیتا ہے تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اس میں کبھی آگ نہیں تھی۔ تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی روح اس میں سکونت کرتی ہے۔ اور ایک تجلّی خاص کے ساتھ **رَبُّ الْعٰلَمِیْن** کا استوا اس کے دل پر ہوتا ہے۔ تب پُرانی انسانیت اُس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اس کو عطا کی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ بھی ایک نیا خدا ہو کر نئے اور خاص طور پر اس سے تعلق پکڑتا ہے۔ اور بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اسی عالَم میں اس کو مل جاتا ہے۔"

(فتح اسلام صفحہ ۵۰ تا ۵۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تبلیغ

محترم عبدالباسط طارق، مبلغ سلسلہ

تبلیغ اور دعوت الی اللہ ہمارے آج کے زمانہ کی ایک ایسی اہم ضرورت ہے جس نے نوع انسانی کے مقدر کا فیصلہ کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں یہ مقدس فریضہ جماعت احمدیہ کے سپرد کیا ہے کہ وہ دعوت الی اللہ کے ذریعہ تمام نوع انسانی کو خدا کی توحید کے جھنڈے تلے اکٹھا کرے چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

> "خدا تعالیٰ چاہتا کہ ان تمام روحوں کو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔"

اس زمانہ کے حالات پر نگاہ ڈال کر دل دکھ سے بھر جاتا ہے کہ نوع انسانی کی اکثریت عملاً دہریت کا شکار ہو چکی ہے خدا کا خوف اور نوع انسانی کی محبت اور ہمدردی مفقود ہو کر رہ گئی ہے۔ دُکھ اور آفات شدت اختیار کرتی چلی جا رہی ہیں۔ ایمان اور مذہب کو پسماندگی کی علامت سمجھ کر اس کا تمسخر اڑایا جاتا ہے ایسی مادہ پرست دنیا میں ایک کمزور اور مظلوم جماعت احمدیہ کے افراد کا نوع انسانی کو خدا کی طرف لانا ایک نہایت ہی کٹھن کام ہے اور وہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ جماعت کا ہر فرد مبلغ اسلام بن جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

> "تبلیغ کا بوجھ ساری جماعت اٹھایا کرتی ہے . . . ایک بھی احمدی ایسا نہ ہو جو مبلغ نہ ہو رہا ہو چھوٹے چھوٹے بچے بھی مبلغ بنا دیں، بوڑھے بھی مبلغ ہو جائیں، عورتیں بھی مبلغ ہو جائیں میں صرف زبانی تائید اور فرضی اطاعت کا قائل نہیں اگر آپ عہد بیعت میں صادق ہیں تو میرا یہ پیغام سننے کے بعد ہر وہ شخص جس کے کانوں تک یہ آواز پہنچ رہی ہے اسے لازماً اسلام کا مبلغ بننا پڑے گا۔"

جماعت احمدیہ جو اس زمانہ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دوبارہ دنیا میں قائم کرنے کے لئے وجود میں آئی ہے اس جماعت کے ہر فرد کا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرمان لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے تمام پہلوؤں میں ایک مومن کے لئے کامل نمونہ ہیں۔ اس لئے تبلیغ جیسے اہم کام کے بارے میں بھی جماعت احمدیہ کا ہر فرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اسوہ میں راہنمائی حاصل کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کی ایسی جان نثار اور عاشق جماعت عطا کی تھی جس نے رہتی دنیا تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے لئے محفوظ کر دیئے۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک کامیاب ترین اور عظیم الشان داعی الی اللہ تھے کے حالات تاریخ کی کتب نے محفوظ کر لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں فرمایا دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی اللہ ہیں خدا کے حکم سے اور ایک چمکتا ہوا سورج ہیں اس میں اشارہ یہ ہے کہ جس طرح نظام شمسی کے تمام سیارے اور چاند سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں اسی طرح مومنین جو آسمان روحانیت کے ستارے ہیں کا فرض ہے کہ وہ دعوت الی اللہ جیسے اہم کام میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے روشنی حاصل کریں کیونکہ ہم پورے وثوق سے جانتے ہیں کہ ساری دنیا میں قیامت تک کسی بھی داعی الی اللہ کو جتنے مراحل پیش آ سکتے ہیں جتنی بھی کٹھن گھاٹیاں سر کرنی پڑیں وہ سارے مراحل اور ساری کٹھن گھاٹیاں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کر کے دکھلا دیں۔ آپؐ نے دعوت الی اللہ کے ہر مرحلے کی منزل اپنے اسوۂ حسنہ سے ہمارے لئے آسان کر دی۔ اللّٰھم صل وسلم۔ آپؐ کے طریق تبلیغ میں نمایاں پہلو دُعا، حسن اخلاق، قبائل میں تبلیغ، خفیہ اور اعلانیہ تبلیغ، بادشاہوں کو خطوط، قبائل کا دورہ، مبلغین کو تیار کر کے بھجوانا، مباحثات اور تبلیغی مراکز کا قیام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تبلیغ میں ایک بات جو سب سے زیادہ روشن اور نمایاں نظر آتی ہے وہ دُعا ہے آپؐ کی بے قرار دعاؤں نے ظلمت سے نور پیدا کیا، مُردوں کو زندہ کیا اور عرب کی کایا پلٹ دی۔ جب ہم دُعا کی فلاسفی پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا کہ جب تک دل میں جس کے لئے دُعا کی جا رہی ہے اُس کے لئے درد اور انتہا درجہ کی ہمدردی نہ ہو اور دوسری طرف خدا کے ساتھ ایک زندہ عاشقانہ تعلق اور اس کی بے انتہا قدرتوں پر ایمان نہ ہو دُعا ہو نہیں سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ میں یہ دونوں امور بدرجہ اتم موجود تھے۔ ایک طرف تو آپؐ اپنی قوم کی وحشیانہ حالت دیکھ کر شدید غمزدہ رہتے تھے اور آپؐ کا قلب صافی درد سے پُر رہتا تھا۔ آپؐ کی اسی قلبی کیفیت کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تو اس غم میں اپنے نفس کو ہلاک کر دے گا کہ وہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اپنی قوم کی گری ہوئی حالت دیکھ کر آپؐ شدید بیقراری محسوس کرتے اور جنگ احد میں جبکہ آپؐ شدید زخمی تھے یہی

دُعا آپؐ کے مبارک ہونٹوں سے نکلی۔ اَللّٰھُمَّ اھد قومی فانھم لایعلمون
اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ جانتے نہیں۔ دوسری طرف خداتعالیٰ
کے ساتھ آپؐ کا ایک عجیب عاشقانہ تعلق تھا ہر حرکت و سکون میں آپؐ اللہ
کو یاد کرتے۔ آپؐ کی زندگی مجسم دُعا تھی ہر موقع پر آپؐ خدا سے دُعا کرتے
یہی کیفیت دیکھ کر کفار مکہ کہہ اٹھے عشق محمّدٌ ربہ یعنی محمّد تو اپنے رب
پر عاشق ہو گیا ہے۔ آپؐ کو خداتعالیٰ کی بے انتہا قدرتوں پر ایمان تھا کہ خدا
چاہے تو کسی شخص کے دل کو ہدایت کی طرف پھیر دے بلکہ خدا اس بات پر
بھی قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو پوری کی پوری قوم کے دل ہدایت کی طرف
پھیر دے۔ اس لئے آپؐ کبھی تو کسی ایک شخص کا نام لے کر دُعا کرتے کبھی
کسی قبیلے کا نام لے کر دُعا کرتے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضؓ خلیفہ دوم آپؐ
کی دُعاؤں کا ثمرہ تھے۔ آپؐ نے دُعا کی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اعزّ الاسلام بعمر
ابن الخطاب او بعمر ابن ھشام۔ یعنی اے خدا تو اسلام کو عمر بن خطاب
یا عمر بن ہشام سے تقویت دے۔ طفیل بن عمر قبیلہ دوس کا معزز رئیس تھا
وہ کسی تقریب پر مکہ آیا۔ اسلام کا پیغام سنا اور مسلمان ہو گیا اُس نے حضور کی
خدمت میں اپنے قبیلہ کے لئے دُعا کی درخواست کی تو آپؐ نے دُعا کی
اَللّٰھُمَّ اھد دوساً اے خدا تو قبیلہ دوس کو ہدایت دے۔ چنانچہ آپؐ کی
دُعا کی برکت سے اس قبیلہ کی اکثریت مسلمان ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اسوہ کی روشنی میں دُعا ایک داعی الی اللہ کے لئے زبردست ہتھیار ہے
یہ تبلیغ کا بہترین طریق ہے اور جو کچھ ہوتا ہے دُعا سے ہوتا ہے۔ دُعا دعوت
الی اللہ میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کا
نتیجہ تھا کہ مشکلات کے طوفانوں کے باوجود آپؐ کو اپنے مشن میں بے مثال
کامیابی حاصل ہوئی۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی دُعا کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

> "وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ
> لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پُشتوں
> کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے
> اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف
> جاری ہوئے اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا
> ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے
> سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری
> راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور
> وہ عجائب باتیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر
> آتی تھیں۔ اللّٰھُمَّ صل وسلم وبارک علیہ وآلہ بعدد
> ھمّہ وغمّہ وحزنہ لھذہ الامۃ وانزل علیہ انوار
> رحمتک الی الابد"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تبلیغ میں ایک نمایاں بات آپؐ کا
اعلیٰ اخلاق ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ اعلیٰ اور اچھے اخلاق کامیاب اور
مؤثر دعوت الی اللہ کے لئے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ طبعی بات ہے کہ جن
لوگوں کو آپؐ نے خدا کا پیغام دینا ہے اگر ان کے ساتھ حسن سلوک اور
ہمدردی نہ ہوگی تو دعوت الی اللہ غیر مؤثر ہو کر رہ جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مکہ میں اپنے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے صادق اور امین کے لقب سے
مشہور تھے۔ رسالت کے بعد خدا تعالیٰ نے آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی دائمی کتاب
قرآن کریم میں یہ کہہ کر محفوظ کر دی۔ وانک لعلیٰ خلق عظیم کہ تو ایک
اعلیٰ اخلاق پر قائم شخص ہے جس دن غار حرا میں آپ پر فرشتہ نازل ہوا اور
آپ سخت گھبرائے ہوئے گھر آئے تو آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضؓ نے
جن الفاظ میں آپ کو تسلی دی وہ آپؐ کی سیرت طیبہ کے بہت سے پہلوؤں
پر روشنی ڈالتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں۔

کلا ابشر فواللّٰہ لا یخزیک اللّٰہ ابداً انک لتصل
الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب
المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق

یعنی خدا کی قسم آپ کو بشارت ہو کہ خدا تعالیٰ آپ کو کبھی نہیں چھوڑے گا کیونکہ
آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور دوسرے
کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور معدوم شدہ اخلاق کو دوبارہ قائم کر رہے ہیں
اور مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں اور حق کی راہ میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق کہ میں اعلیٰ
اخلاق کی تکمیل کے لئے آیا ہوں۔ حضور کی زندگی کے حالات سے معلوم ہوتا
ہے کہ آپؐ ہر وقت دکھی انسانوں کی مدد کے لئے کمربستہ رہتے، بوڑھی عورتوں
بیمار اور کمزور مردوں کا بوجھ اٹھا لیتے۔ بلا لحاظ دشمن اور دوست بیماری میں
جا کر ہر ایک کی عیادت کرتے۔ جو لوگ آپؐ کو ہر وقت دُکھ دیتے ان کی
ایذاء پر نہ صرف صبر کرتے بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے۔
آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کا جادو کئی دلوں پر چل گیا اور کئی لوگ آپؐ کے اعلیٰ اخلاق
سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے اسی لئے مکہ والے آپؐ کو ساحر یعنی جادوگر
کہنے لگے۔ اعلیٰ اخلاق ایک خاموش اور مؤثر تبلیغ ہے۔ اگر کوئی داعی الی اللہ
اعلیٰ اخلاق سے مزیّن نہ ہو تو اس کی تبلیغ کس کام کی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے نبوت کا دعویٰ کیا تو آپؐ پر سب سے پہلے آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت
خدیجہ رضؓ ایمان لائیں۔ بیوی خاوند کی رازدار ہوتی ہے اور خاوند کی ساری حرکات
اور سکنات کی وہ اولین گواہ ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق
ایسے اعلیٰ تھے کہ آپؐ کا دعویٰ سنتے ہی آپؐ کی بیوی آپؐ پر ایمان لے آتی ہیں جس
وقت آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا اُس وقت آپؐ کے بچپن کے دوست اور ہمراز
حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مکہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جب آپ واپس
آئے تو آپؐ کے دعویٰ کی اطلاع ملی۔ آپ فوری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعویٰ کی بابت دریافت کیا۔ آنحضورؐ نے
کچھ وضاحت کرنی چاہی تو حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کو روک دیا اور کہا کہ صرف
مجھے اتنا بتائیں کہ آپؐ نے ایسا کوئی دعویٰ کیا ہے اس پر آپؐ نے فرمایا کہ
ہاں میرا ایسا ہی دعویٰ ہے۔ اس پر آپؓ بلا بحث و تمحیص آپؐ پر ایمان لے
آئے۔ یہ سب آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کا اثر تھا حضرت ابوبکرؓ جانتے تھے
کہ جس شخص نے ساری عمر کبھی جھوٹ نہیں بولا کیا وہ خدا پر افترا کرے گا۔
چنانچہ قرآن کریم آپؐ کی صداقت کی دلیل کفار مکہ کو اسی انداز سے سمجھاتا ہے۔

لقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون

یعنی میں نے زندگی کا ایک بڑا حصہ تم میں گزارا ہے کیا تم میرے اعلیٰ اخلاق
سے واقف نہیں اور کیا میں خدا پر افترا کروں گا۔ حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے
مکہ کے صاحب اثر لوگ جیسے حضرت عثمان رضؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ،

سعد بن ابی وقاصؓ، زبیر بن العوامؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ نے اسلام قبول کیا بسا اوقات لمبے چوڑے مباحثات سے وہ نتائج نہیں نکلتے جو اعلیٰ اخلاق کے مظاہرہ سے نکل سکتے ہیں۔ اعلیٰ اخلاق دیرپا اثر چھوڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور ان کے متبعین کو اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا جاتا ہے اور ان کے اخلاق کی تعریف دشمن اور معاند بھی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، تاریخ مذاہب اس بات کی گواہ ہے کہ تبلیغ اور دعوت الی اللہ کے نتیجے میں مخالفت کے طوفان کھڑے ہوتے ہیں۔ نفرت ایذاء تشدد کا داعین الی اللہ کو سامنا کرنا پڑتا ہے اپنی عزیز متاع اور رشتہ داریوں اور تعلقات کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اس راہ میں خون بھی بہانا پڑتا ہے۔ دعوت الی اللہ کوئی آسان کام نہیں۔ مذاہب کی تاریخ میں سب سے کامیاب اور سب سے عظیم الشان داعی الی اللہ یعنی ہمارے آقا و مطاع محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے پتہ چلتا ہے کہ دعوت الی اللہ کے نتیجے میں آپؐ کو اپنی قوم اور قریبی اعزّا سے ایسی شدید مخالفت اور اذیت کا سامنا کرنا پڑا جس کی مثال نہیں ملتی۔

آپؐ نہ صرف خود ان طوفانوں کے مقابل پر ایک مضبوط چٹان کی مانند ڈٹے رہے بلکہ آپؐ نے اپنے متبعین کے اندر بھی ایسا جذبہ پیدا فرمایا کہ آپؐ کی تربیت اور مصائب میں صبر کی تلقین کے نتیجے میں شدید ابتلاؤں میں بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی حکم فاصدع بما تؤمر کے تحت اہل مکّہ کو تبلیغ شروع کی تو ایذاء رسانی کا ایک شدید دور شروع ہوا۔ آپؐ کے سر مبارک پر خاک پھینکی گئی۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپؐ کے متبعین کو تپتی ریت اور بعض کو انگاروں پر لٹایا گیا۔ ان کی جائدادیں چھین لی گئیں۔ بعض مسلمان تشدد کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ۳ سال شعب ابی طالب میں آپؐ کا اور آپؐ کے متبعین کا بائیکاٹ کیا گیا اور بڑے تو بڑے معصوم بچّوں کو بھی فاقے کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ غرضیکہ اذیت اور تشدد کی وہ کونسی قسم تھی جن کا ان کو سامنا نہ تھا حضرت خبابؓ نے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بددعا کے لئے کہا تو رحمت اللعٰلمین نے جواب دیا کہ دیکھو تم سے پہلے لوگوں کو ان کے ایمان کی وجہ سے آروں سے چیر اگیا اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت ہڈیوں سے جدا کئے گئے لیکن وہ اپنے دین پر استقلال سے قائم رہے۔ حضرت یاسرؓ پر تشدد ہوتا دیکھ کر فرمایا۔ صبراً یا آل یاسر ان موعدکم الجنۃ۔ قریش مکّہ کے وفود متعدد بار حضرت ابو طالب سے ملے اور مطالبہ کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت الی اللہ سے منع کر دیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قریش مکّہ کی تمام دنیاوی پیشکشوں کو ٹھکرا دیا بلکہ نہایت عزم سے فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر چاند اور بائیں پر سورج بھی لا کر رکھ دیں تب بھی میں تبلیغ سے باز نہ رہوں گا۔ آپؐ نے دو مرتبہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت پر مدعو کر کے تبلیغ کرنی چاہی لیکن دونوں مرتبہ انہوں نے انکار اور تمسخر کا رویہ اختیار کیا۔ طائف میں آپؐ نے تبلیغ کی تو شہر کے رؤساء نے آوارہ کتوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا اور شہر کے اوباش سارا راستہ آپؐ کو پتھر مارتے رہے حتیٰ کہ آپؐ کا سارا بدن مبارک لہولہان ہو گیا لیکن اس کے باوجود آپؐ نے اہل طائف کے بارے میں فرمایا۔ ارجوان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبدہ اللہ وحدہٗ ولا یشرک بہ شیاءً۔ قرآن کریم ہمیں اس ابدی صداقت کی طرف توجہ دلاتا ہے جیساکہ فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا۔ یعنی وہ لوگ جو اس بات کا پرچار کریں گے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس اعلان کے بعد جب مخالفتوں کے طوفان اٹھیں گے تو ان میں استقلال دکھلائیں گے تو خدا کے فرشتے بھی پھر ایسے ہی صبر کرنے والوں پر نازل ہوتے ہیں غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام کے مبارک اسوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تبلیغ کے نتیجے میں مخالفت ضرور ہوا کرتی ہے اور ایک داعی الی اللہ کو نہ تو مخالفت کرنے والوں کی ہدایت سے مایوس ہونا چاہیے نہ حوصلہ ہارنا چاہیئے اور ہمیشہ عزم اور استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے تبلیغ کے مقدس فریضے کو جاری رکھنا چاہیئے۔ ایذا اور تشدد اور مصائب کے طوفانوں میں صبر خدا کی توفیق اور اُسی کی دی ہوئی ہمّت اور طاقت سے عطا ہوتا ہے۔ برداشت کی یہ طاقت نہیں حاصل ہو سکتی جب تک خدا کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ جب تک اپنے مشن کی صداقت پر پختہ ایمان نہ ہو جب تک عقائد اور ایمان سے گہری وابستگی اور محبت نہ ہو جب تک اپنے مذہب سے محبت اور فدائیت ایک جنون کی شکل اختیار نہ کر لے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تبلیغ میں ہمیں استقلال، صبر، استقامت امید اور خدا پر توکل کا شاندار نمونہ نظر آتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تبلیغ سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپؐ ایسی جگہوں پر تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے جہاں لوگ کثرت سے اکٹھے ہوتے اور ایسے اجتماعات میں بعض سعید فطرت لوگ اسلام قبول کر لیتے اور اس طرح آپؐ کو بعض ایسے رابطے مل جاتے جہاں سے آپؐ کو تبلیغ کا دائرہ وسیع کرنے میں مدد مل جاتی۔ حج کے ایام میں ہر دور دراز کے علاقوں سے مکّہ میں لوگ جمع ہوتے تھے اور اشہر الحرم میں مکّہ اور منیٰ میں عکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز کے میلوں میں تشریف لے جاتے اور ہزاروں افراد کو توحید کا وعظ فرماتے۔ ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ ابھی میں مسلمان نہ ہوا تھا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالمجاز کے اجتماع میں لوگوں کے مجمع میں گھس کر توحید کا وعظ کرتے دیکھا ہے۔ اس وقت ابو جہل آپؐ کے پیچھے آتا اور کہتا اے لوگو اس کے فریب میں نہ آنا۔ غرضیکہ اجتماعات اور میلوں وغیرہ میں جہاں انسان بڑی تعداد میں اکٹھے ہوں جا کر تبلیغ کرنا سنت نبوی سے ثابت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات طیبہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ تبلیغ کی غرض سے مختلف علاقوں اور قبائل کا دورہ کرتے رہتے تھے۔ آپؐ کی توجہ کے اولین مرکز تو قریش مکّہ تھے مگر ان کی طرف سے انکار اور ایذاء رسانی دیکھ کر آپؐ نے سعید روحوں کی تلاش میں مختلف قبائل کے تبلیغی دورہ جات فرمائے۔ ان تبلیغی دوروں میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی یا حضرت زید بن حارثہؓ آپؐ کے ساتھ ہوتے۔ آپؐ نے جن قبائل کا دورہ کیا ان کے نام یہ ہیں۔ بنو عامر بن صعصعہ، بنو محارب خزارہ، غسان، مرّہ، حنیفہ، سلیم، عبس، کندہ، کلب، حارث، عذرہ، حضارمہ۔ ان سب قبائل میں جا کر آپؐ ان کے ڈیروں پر تشریف لے جاتے جہاں لوگ اکٹھے مل جاتے اور وہاں آپؐ توحید کا وعظ فرماتے۔ ایک دفعہ آپؐ بنو عامر بن صعصعہ کے ڈیرے پر تشریف لے گئے اور وہاں توحید کی تبلیغ کی۔ وہاں ایک شخص

بحیرہ بن فراس نامی نے حضورؐ کے طریق تبلیغ کو اس قدر پسند کیا کہ اس نے کہا واللہ اگر یہ شخص میرے ہاتھ آجائے تو میں سارے عرب کو زیر کر لوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبائل کا دورہ بھی ایک عجیب منظر پیش کرتا ہے ہر دو جہاں کا بادشاہ جس کا نام لینے پر بعد کے مسلمان شہنشاہ جن کے نام سے دنیا کانپتی تھی اپنے تختوں سے نیچے اتر آتے تھے۔ قبائل عرب کے بدوی رئیسوں کے خیمہ میں جاتا ہے اور ایک ایک رئیس کے خیمہ پر دستک دے کر انہیں خالق کونین کا پیغام پیش کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طریق تبلیغ یہ تھا کہ مختلف اقوام اور قبائل کے نمائندوں سے رابطہ پیدا فرماتے اور پھر ان کے ذریعہ ان اقوام اور قبائل میں تبلیغ کے لئے راستہ بناتے تھے۔ تاریخ اسلام سے پتہ چلتا ہے کہ مدینہ کا ایک شخص جو اپنی شرافت اور نجابت میں معروف تھا اور شاعر بھی تھا مکہ آیا آپؐ اس کی رہائش گاہ پر جاکر اُسے ملے اُسے قرآن سنایا جسے اس نے بے حد پسند کیا وہ واپس مدینہ گیا اور افسوس کہ وہ کسی ہنگامہ میں قتل ہوگیا۔ اوس اور خزرج مدینہ کے دو مشہور طاقتور قبائل تھے ان کے کچھ نمائندگان مکہ آئے۔ آپؐ نے ان سے رابطہ کرکے ان کو تبلیغ کی۔ خدا کی قدرت کہ وہ سب مسلمان ہوگئے۔ حضرت ابوامامہؓ، حضرت عوف بن حارثؓ، حضرت رافع بن مالکؓ، حضرت قطبہ بن عامرؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ اور حضرت جابرؓ اسی تبلیغ کا ثمر تھے۔ یہ لوگ جب واپس مدینہ گئے تو ان کی تبلیغ سے مزید سات آدمی مسلمان ہوگئے۔ ان کی درخواست پر حضورؐ نے حضرت مصعب بن عمیر کو معلم بناکر ان نومسلموں کی تربیت کے لئے مدینہ بھجوایا اور وہاں پہلی دفعہ جمعہ کی نماز ایک مکان میں ادا کی جانے لگی۔ حضرت مصعب بن عمیر نے اور ان نومسلموں نے مدینہ میں ایسی کامیاب تبلیغ کی اور اوس اور خزرج کے لوگوں کی بڑی تعداد مسلمان ہوگئی۔ بنو عبدالاشھل کا پورا قبیلہ ایمان لے لے آیا۔ حضرت سعد بن معاذ کے مسلمان ہونے سے اسلام بڑی سرعت سے مدینہ میں پھیلنے لگا حتیٰ کہ مدینہ میں مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت قائم ہوگئی۔ حضرت سعد بن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ آپ کے ایمان لانے کے بعد آپ کا سارا قبیلہ ایمان لے آیا اور آپ نے اپنے قبیلہ کے سارے بت اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالے۔ غرضیکہ غیر اقوام اور اجنبی علاقوں کے لوگوں سے رابطہ پیدا کرکے تبلیغ کرنا اور اس طرح ان اقوام میں خدا کا نام پھیلانا سنت نبویؐ سے ثابت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تبلیغ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ غیر مذاہب والوں کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ بھی کیا کرتے تھے اور عقلی اور نقلی دلائل سے ان پر ان کے عقائد کی غلطی ثابت فرماتے تھے۔ ۷ ہجری میں نجران کے عیسائی علماء کا ایک وفد جو درحقیقت اُس وقت کی عیسائی دنیا کا نمائندہ تھا بڑے تزک واحتشام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبادلہ خیال کے لئے مدینہ آیا جب گفتگو کا آغاز ہوا اور آپؐ نے خدا کی توحید پر زور دیا تو عیسائی کہنے لگے اگر مسیح خدا کا بیٹا نہیں تو پھر اُس کا باپ کون ہے آپؐ نے جواب دیا۔ الستم تعلمون انہ لایکون ولد الا ویشبہ اباہ۔ یقیناً ہر بیٹا باپ سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الستم تعلمون ان ربنا حی لایموت وان عیسیٰ اتی علیہ الفناء۔ اس زبردست عقلی دلیل کے سامنے عیسائی علماء مبہوت ہوکر رہ گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تبلیغ میں حکمت کا ایک پہلو بھی تھا۔ قرآن کریم کی آیت ادعوا الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کی روشنی میں آپؐ نے امت کو نصیحت فرمائی کہ تکلم الناس علی حسب عقولھم۔ یعنی لوگوں سے ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق بات کیا کرو۔ آپؐ کی یہ ہدایت ہر داعی الی اللہ کے لئے حکمت کی نئی نئی راہیں کھولتی ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ کامیاب اور موثر تبلیغ اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک زیر تبلیغ مخاطب شخص کے عقائد اور خیالات اور رجحانات سے اچھی طرح واقفیت نہ ہو۔ جب آپؐ طائف کے سفر سے واپس آرہے تھے تو زخموں سے چُور تھے آپؐ نے ایک باغ میں آرام کیا۔ ایک عیسائی غلام عدّاس نامی حضور کے لئے کچھ انگور لے کر آیا۔ حضور نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا کیا مذہب ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نینوا کا رہنے والا ہوں اور مذہباً عیسائی ہوں۔ حضور نے فرمایا کیا وہی بستی نینوا جو خدا کے صالح بندے یونس بن متیٰ کا مسکن تھا۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کو ان باتوں کا کیسے علم ہوا۔ آپؐ نے جواب دیا وہ میرا بھائی تھا وہ بھی اللہ کا نبی تھا اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں اور اس کے بعد اُسے اسلام کی تبلیغ کی وہ اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے آپؐ کے ہاتھ چومنے شروع کردیئے۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے اولاً اس عیسائی غلام کا تعارف اور اور عقائد کا علم حاصل کیا۔ اُس کے نبی کے سچا ہونے کی تصدیق کی اور اُسے اپنا بھائی کہہ کر اس کا دل جیت لیا اور پھر اسلام کی تبلیغ کی۔ آپؐ کے اس طریق تبلیغ سے پتہ چلتا ہے کہ تبلیغ اُس صورت میں موثر ہوتی ہے جب ہم زیر تبلیغ شخص کا دل جیت لیں اور تبلیغی گفتگو کا آغاز ایسے امور سے کریں جو مشترک ہوں اور آغاز میں ہی مخاطب کے عقائد کو غلط کہہ کر نفرت کا اظہار کرنا اور سختی سے اپنی صداقت اور دوسرے کے بطلان پر اصرار کرنا تبلیغ کو غیر موثر کر دیتا ہے۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولاً صحابہ کرام کی تعلیم وتدریس کا اہتمام فرماتے پھر انہیں معلم اور مبلغ بناکر مختلف علاقوں میں بھجواتے چنانچہ حضرت مالک بن حویرثؓ کو آپؐ نے تین ہفتے تعلیم دی اور فرمایا کہ جاؤ اپنے خاندان میں جاکر اسلام کی تعلیم دو اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو آپؐ نے مدینہ کے نومسلموں کی تربیت کے لئے نیز مدینہ میں تبلیغ کے لئے بھجوایا۔ اسی طرح اصحاب صُفّہ تھے جو تمام قسم کے دنیاوی علائق سے منقطع ہوکر دن رات دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور پھر جہاں ضرورت ہوتی وہاں بھجوا دیئے جاتے۔ اس کے علاوہ تاریخ اسلام سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے حضرت خالد بن لبید کو مکہ کے اطراف میں، حضرت مغیرہ بن نصیر کو بحرین، حضرت عمرو بن العاص کو عمان، حضرت وبر بن نخیس کو آبنائے فارس، حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو یمن کی طرف بھجوایا۔ اس کے علاوہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت موسیٰ اشعری اور دوسرے صحابہ کو عدن بھجوایا۔

تبلیغ کے کام کو منظم کرنے اور منصوبہ بندی کرنے کے لئے تبلیغی مراکز کا قیام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔ آغاز رسالت سے آپؐ نے کوہ صفا کے دامن میں دار ارقم کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا جہاں تین سال

تک ابتدائی مسلمانوں کا گروپ خاموشی کے ساتھ تبلیغی منصوبہ بندی میں مصروف رہا۔ دارارقم میں مسلمان مل کر نمازیں ادا کرتے اپنی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے اپنی روئدادیں اور تجربات بیان کرتے۔ تبلیغ اسلام کو وسعت دینے کے لئے منصوبہ بندی اور پلان تیار کئے جاتے۔ متلاشیان حق اس مرکز میں آکر اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی مرکز میں آنے والوں کو تبلیغ کرتے، حضرت عمر بن الخطاب نے اسی مرکز میں آکر بیعت کی۔ کسی مرکز کے بغیر منظم تبلیغی منصوبہ بندی ممکن نہیں ہے اور دارارقم تاریخ اسلام میں پہلا تبلیغی مرکز تھا جہاں سے اسلام کی شعاعیں پھیلیں اور اپنے ماحول کو منور کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تبلیغ میں ہمیں خفیہ اور انفرادی تبلیغ نیز اجتماعی اور کھلے بندوں تبلیغ دونوں رنگ نظر آتے ہیں۔ آغاز رسالت میں آپؐ نے انفرادی اور خفیہ تبلیغ کی لیکن خدائی حکم فاصدع بما تومر کے تحت آپؐ نے قریش مکہ نیز اپنے قریبی عزیزوں کو کھانے پر مدعو کر کے تبلیغ کی نیز جب مکہ کے ایک با اثر شخص مطعم بن عدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امان دینے کا اعلان خانہ کعبہ میں جا کر کیا تو اس کے بعد آپؐ نے اجتماعات، میلوں اور قبائل میں جا کر اعلانیہ تبلیغ شروع کر دی غرض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے کہ آپؐ خفیہ اور اعلانیہ دونوں طریق تبلیغ حالات کے مطابق اختیار فرماتے تھے۔

قریبی عزیزوں، واقف کاروں اور دوستوں کو کھانے پر مدعو کر کے تبلیغ کرنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسوہ سے ثابت ہے جب خدائی حکم وانذر عشیرتک الاقربین کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قریبی رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت پر بلایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپؐ نے خدا تعالیٰ کی توحید پر تقریر کرنی چاہی تو لوگ منتشر ہو گئے۔ کسی نے آپؐ کو مخاطب کر کے کہا تبا لک الھذا اجمعتنا یعنی تو ہلاک ہو، کیا تو نے اس لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ چند دن کے وقفہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دوبارہ کھانے کی دعوت پر بلایا۔ کھانے کے بعد جب آپؐ نے تقریر کرنی چاہی تو آپؐ کے معاند چچا ابولہب نے محفل منتشر کر دی اور لوگوں نے آپؐ کی کمزوری کا تمسخر اور استہزاء سے ذکر کیا۔ ان سب واقعات کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت بلند ہمتی، عزم استقلال اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کیا۔

قرآن کریم میں سورۃ یوسف کی ایک آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کے طریق تبلیغ کو یوں بیان کرتی ہے۔ قل ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ یعنی تو کہہ دے کہ یہ میرا طریق ہے کہ میں اور میرے متبعین بصیرت کی راہ سے انسانوں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں بصیرت سے مراد عقلی اور نقلی دلائل اپنے عقائد کا گہرا علم اور اس کی صداقت کا قائل ہونا ہے۔ اس کے علاوہ بصیرت میں ذاتی تجربات اور مشاہدات بھی شامل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ نزول وحی اور خدا کے ساتھ ایک ذاتی زندہ تعلق ہونے کی وجہ سے اسلام کی صداقت اور قرآن کریم کا حسن دیکھ کر وہ اسلام کے ابدی اور عالمگیر پیغام کے دل کی گہرائیوں سے قائل ہو چکے تھے اور صداقت اسلام پر انہیں ایک اعلیٰ درجہ کی بصیرت حاصل ہو چکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی وحی نازل ہوتی۔ آپؐ کو قرآن کریم کے دلائل اور صداقتوں کا علم عطا کیا گیا جس کی وجہ سے آپؐ کو بصیرت کا اعلیٰ مقام حاصل تھا گویا کہ خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ یہی وہ بصیرت تھی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو ۱۳ سالہ مکی زندگی کے دوران شدید مصائب اور مشکلات میں بھی اسلام پر استقامت عطا کرتی رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو داعی الی اللہ اپنے مذہب اور عقائد پر بصیرت کا رنگ نہ رکھتا ہو۔ وہ ہرگز دوسروں کو موثر رنگ میں پیغام نہیں پہنچا سکتا۔

بادشاہوں اور قبائل کے سرداروں کے نام تبلیغی خطوط لکھ کر انہیں خدا کی طرف بلانا بھی سنت نبوی سے ثابت ہے۔ چھ ہجری میں جب قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہو جانے کے بعد عارضی طور پر امن کے حالات پیدا ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ایسا تبلیغی کارنامہ انجام دیا جس کی مثال پہلے نبیوں میں نہیں ملتی۔ آپؐ نے عرب اور عجم کے بڑے بڑے شہنشاہوں اور بادشاہوں اور حاکموں کے نام تبلیغی خطوط لکھ کر عالمگیر تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ یہ خطوط آپؐ نے اپنے بعض صحابہ جیسے حضرت وحیہ کلبیؓ، عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ، عمرو بن امیہ ضمریؓ اور حضرت سلیط بن عمروؓ کے ہاتھ مختلف بادشاہوں اور شہنشاہوں کو بھجوائے آپؐ نے ہرقل قیصر روم کو جو دنیا کا عظیم طاقتور عیسائی بادشاہ تھا کو تبلیغی خط لکھا۔ یہ بادشاہ اسلامی وفد کے ساتھ بے حد احترام اور عزت سے پیش آیا اگرچہ اسے ایمان کی دولت تو نصیب نہ ہو سکی مگر اس نے اپنے حسن سلوک سے اپنی نجابت کا ثبوت دیا۔ خسرو پرویز کسریٰ ایران نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھا تو سخت غصہ میں آیا اور خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور اپنے ایک ماتحت فرمانروا کو حکم دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ اس نے آپؐ کے نامہ مبارک کو چاک کر دیا ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کے بھی ایسے ہی ٹکڑے کرے گا چنانچہ حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کے زمانہ میں مسلمانوں نے ایران فتح کر لیا اور کسریٰ ایران کا تکبر محمد عربیؐ کے غلاموں کے قدموں تلے روندا گیا خسرو پرویز کے حکم پر جب دو مضبوط سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے پہنچے تو آپؐ نے انہیں کہا کہ وہ ایک رات ٹھہر جائیں۔ اگلے دن آپؐ نے انہیں خدا تعالیٰ سے خبر پا کر بتایا۔ ابلغا صاحبکما ان ربی قتل ربہ فی ھٰذہ اللیلۃ کہ جاؤ اور اپنے فرمانروا کو خبر دے دو کہ میرے خدا نے آج رات تمہارے خدا کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ واقعی اسی رات خسرو پرویز اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ جس نے تخت پر بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ کا حکم گرفتاری واپس لے لیا۔ جریح بن مقوقس مصر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خط بھجوایا تو وہ بے حد عزت اور احترام سے پیش آیا اور آپؐ کو وفد کے ہاتھوں بہت ہی قیمتی تحائف بھجوائے۔ اس کے علاوہ آپؐ نے اصحمہ نجاشی جو ابے سینیا کا فرمانروا تھا کو خط بھجوایا۔ اس نے خط پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ ۹ ہجری میں اس مومن بادشاہ کا انتقال ہوا جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الہاماً خبر دی گئی۔ چنانچہ آپؐ نے اس کی نماز جنازہ غائب ادا کی۔ منذر تیمی حاکم بحرین نے بھی خط پڑھ کر اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے علاقہ کے تمام عرب اور عجم مسلمان ہو گئے۔ بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو خطوط کے ذریعہ تبلیغ کرنا بھی سنت نبویؐ ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ **خطبہ جمعہ**

کیساخوب جواب دیا، انہوں نے کہا: بہت خوبصورت الفاظ ہیں۔ بہت خوبصورت الفاظ ہیں، بہت پیارے لیکن مجھے یہ بتائیں کہ کیا اسلام کی GLORY اس بات میں ہے کہ اقلیتوں کو آزادیٔ ضمیر سے محروم کردیا جائے یا اسلام کی GLORY اس بات میں ہے کہ اقلیتوں کو ان کے ضمیر کی تمام آزادیاں دی جائیں۔ کیسا پیارا جواب ہے۔ خدا کرے کہ یہ رجحان زندہ رہے اور زیادہ طاقتور ہوتا چلا جائے۔ خدا کرے کہ سازشوں کی دنیا میں ایسی سازشیں نہ پل سکیں جن کو پالنے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔ حسد کی دنیا میں ایسے حسد وہ شر نہ بن سکیں جو ایک معصوم کی زندگی کو جلا سکتے ہیں۔ پس حسد کے شر سے پناہ مانگو جو حسد کرنے والا کرتا ہے جس وقت وہ کرتا ہے، خدا ہی ہے جو جانتا ہے کہ کیسے کرتا ہے اور کب کرتا ہے اور کہاں کرتا ہے، اسی کی پناہ میں آؤ۔ پس میں تمام عالم اسلام کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان دو باتوں پر عمل کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ یہ زمانے بدل دے گا۔ اگر اتنی لمبی رات کے بعد پاکستان میں بھی نور کی ایک شعاع پھوٹی ہے تو کیوں نہ ساری دنیا کے لئے دُعا کریں کہ تمام دنیا میں بھی نور کی یعنی خدا کے عدل کے نور کی شعاعیں پھوٹیں۔ بہت سی ایسی باتیں اور بھی میں نے آج کرنی تھیں لیکن وقت چونکہ ہوچکا ہے انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں پھر ملیں گے۔ خطبوں کا انتظار تو اب ویسا ہی بڑا صبر آزما ہوچکا ہے۔ صبر کی تلقین ہے تو میں اسی تلقین پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

بقیہ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تبلیغ**

بعض اوقات ان بڑے لوگوں کے زیر تسلط لوگ ان کے اثر کے تحت ایمان لے آتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سے سب سے زیادہ کامیاب اور فائز المرام داعی الی اللہ ہیں۔ آپؐ کی کامیابی کی تصدیق عرش کے خدا نے خود کی اور سورۃ نصر میں آپؐ کی کامیاب دعوت الی اللہ کا نقشہ یوں کھینچا اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس ید خلون فی دین اللہ افواجاً یعنی جب خدا کی فتح و نصرت کے دن آئیں گے تو لوگ فوج در فوج خدا کے دین میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ فتح مکّہ کے بعد یہ نظارہ چشم فلک نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی اللہ کا یہ کمال اعجاز ہے کہ آپؐ اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے جب تک خدا کی بادشاہت دوبارہ زمین پر قائم نہیں ہوگئی اور ایسا انقلاب عظیم رونما ہوا کہ لاکھوں دل حق اور راستی کی طرف کھینچے گئے اور لاکھوں سینوں پر لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا نقش جم گیا اور وہ جزیرۂ عرب جو بجز بت پرستی کے اور کچھ نہیں جانتا تھا سمندر کی طرح خدا کی توحید سے بھر گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا خوب فرماتے ہیں ؎

احییت اموات القرون بجلوۃ
فماذا یماثلک بھٰذ الشانٖ

یعنی فداک ابی و امی یا رسول اللہ آپؐ نے صدیوں کے مُردے ایک ہی جلوہ سے زندہ کردیئے۔ کون ہے جو اس شان میں آپؐ کا مقابلہ کرسکے۔

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین
وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

ہر احمدی کو
اپنے علاقہ کیلئے الٰہی تعلق کا نشان بننا ہوگا

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ہمارا اوڑھنا بچھونا دعا ہی ہے اور ہمیشہ دعا ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا رہنی چاہیے خدا سے ذاتی تعلق میں جماعت احمدیہ کی زندگی ہے۔ اور کسی ایک انسان کا خدا سے ذاتی تعلق کا ہونا کافی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بکثرت دنیا کے کونے کونے میں ہر احمدی کو یہ تعلق ذاتی طور پر قائم کرنا ہوگا۔ اور ہر احمدی کو اپنے علاقہ کے لئے اس الٰہی تعلق کا نشان بننا ہوگا۔ جب تک بکثرت تمام دنیا میں احمدیت کی صداقت کا یہ نشان ظاہر نہیں ہوتا آپ محض دلیل کی رُو سے دنیا کے دل نہیں جیت سکتے۔ دنیا اتنی تیزی کے ساتھ مادہ پرستی کی طرف دوڑ رہی ہے کہ وہ نقد سودوں کی عادی ہوچکی ہے۔ مشاہدات کی دنیا میں رہتے رہتے انسان محض اس چیز کا قائل ہونے پر آمادہ ہوتا ہے جسے وہ اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھے۔ اس لئے دلائل کی دنیا ماضی کی باتیں ہیں۔ ہاں بعض انسانوں پر دلائل بھی اثر کرتے ہیں۔ لیکن انسان کے مستقبل کی تعمیر کے لئے ہرگز دلائل کافی نہیں۔ جہاں تک خدا کی ہستی کا تعلق ہے اس کا یقین خدا والوں کی ہستی سے ہوگا۔

...... بسا اوقات آپ دیکھیں گے کہ دلائل کی قوت کے ساتھ آپ بڑے بڑے مفکرین کا منہ بھی بند کردیں گے مگر ان کے دل جیتنے کی طاقت آپ نہیں پائیں گے۔ دل جیتنے کے لئے آپ کو لازماً خدا والا بننا ہوگا۔ لازماً خدا کے تعلق کے نشان اپنے گردوپیش اپنے ماحول میں دکھانے ہوں گے۔ یہ مشکل کام نہیں۔ بلکہ سب کاموں سے زیادہ آسان ہے۔ آج یہ میدان خالی پڑا ہے۔ آج اربہا ارب خدا کے بندے ایسے ہیں جو خدا کی طرف پیٹھ کرکے دنیا کی لذتوں کو سامنے رکھ کر چل رہے ہیں۔ کتنے ہیں اس میدان میں جو خدا کو خدا مان کر اسے پکارنے والے ہیں۔ پس ہر وہ آواز جو خدا کو صمیم قلب سے یاد کرے گی، ہر وہ آواز جو کامل یقین کے ساتھ اپنے رب کو پکارے گی میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ وہ آواز ضرور سُنی جائے گی۔ آپ کی کمزوریوں کے باوجود اللہ آپ سے پیار کا سلوک فرمائے گا۔ اس لئے یہ مشکل کام نہیں۔ ہر جگہ ہر احمدی کو روحانی قوتوں کو نمایاں کرنے کے لئے روحانی قوتوں کو چمکانے کے لئے بڑے بڑے چلّوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میری ساری زندگی کے تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ خلوص اور پیار کے ساتھ، درد کے ساتھ اپنے رب کو پکار کر دیکھیں۔ کس طرح خدا آپ کے پیار کا آپ کو بڑے پیار کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ یہ بارہا آزمائی ہوئی بات ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ جولائی ۱۹۸۶ء)

وقفِ نَو

ایک عظیم الشّان تحریک

مکرم ناصر احمد صاحب، مربی سلسلہ احمدیہ، ربوہ

دنیا میں زندہ قومیں قربانیوں کی مثالیں پیش کرتی چلی آئی ہیں۔ آئیے آج میں آپ کے سامنے ایک ایسی قوم پیش کرتا ہوں جس نے قربانی کی وہ مثال پیش کی ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے الٰہی منشاء کے مطابق ۱۸۸۹ء میں جماعتِ احمدیہ کی بنیاد رکھی اور ۱۹۸۹ء میں جماعت نے اپنی زندگی کی پہلی صدی مکمل کر کے دوسری صدی میں داخل ہونا تھا۔ تو ۳؍ اپریل ۱۹۸۷ء کو مسجد فضل لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدیت کی دوسری صدی کے استقبال کے لیے اور اس صدی میں جماعت پر پڑنے والی عظیم ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے وقفِ نو کی بابرکت تحریک کا اعلان کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"اس کی طرف خدا تعالیٰ نے یہ توجہ دلائی کہ میں احباب سے یہ تحریک کروں کہ وہ یہ عہد کریں کہ آئندہ دو سال کے اندر جس کو بھی جو اولاد نصیب ہوگی وہ اسے خدا کے حضور پیش کر دے گا۔ اور اگر کچھ مائیں حاملہ ہیں تو وہ بھی عہد کریں کہ اگر اس تحریک میں پہلے شامل نہیں ہوسکی تھیں تو اب ہو جائیں۔ لیکن ماں باپ کو مل کر عہد کرنا ہوگا، دونوں کو اکٹھے فیصلہ کرنا چاہیئے تاکہ اس سلسلہ میں پھر یک جہتی پیدا ہو۔ اولاد کی تربیت میں یک رنگی پیدا ہو اور بچپن ہی سے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ایک عظیم مقصد کے لیے ایک عظیم الشّان وقت میں پیدا ہوئے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ غلبۂ اسلام کی ایک صدی غلبۂ اسلام کی دوسری صدی سے مل گئی ہے۔ اس سنگم پر تمہاری پیدائش ہوئی ہے اور اس نیت اور دعا کیساتھ ہم نے تجھ کو خدا سے مانگا تھا اور ہم نے یہ دعا کی تھی کہ اے خدا! تو آئندہ نسلوں کی تربیت کے لیے ان کو عظیم الشّان مجاہد بنا۔

اگر اس طرح دعائیں کرتے ہوئے لوگ ان دو سالوں میں اپنے ہاں پیدا ہونے والے بچوں کو وقف کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ ایک بہت ہی حسین اور بہت ہی پیاری نسل ہماری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے خدا کی راہ میں قربانی کرنے کے لیے تیار ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳؍ اپریل ۸۷ء)

اسی طرح ۱۰؍ فروری ۱۹۸۹ء کو مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ میں حضور نے اس مبارک تحریک کے عرصہ میں مزید دو سال کا اضافہ فرما دیا۔ اور اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ:

"کم سے کم پانچ ہزار بچے اگلی صدی کے واقفینِ نو کے طور پر ہم خدا کے حضور پیش کریں۔"

آفرین ہے جماعت احمدیہ کی قربانی کی رُوح پر جس نے اپنی سابقہ روایات کے مطابق اس میدان میں بھی اپنا قدم آگے ہی رکھا۔ امامِ وقت نے پانچ ہزار واقفینِ نو کی خواہش کی، جماعت نے دس ہزار سے بھی زائد بچے خدا کے حضور پیش کر دیے جو کہ دنیا کے پچپن ممالک کی تقریباً ایک ہزار جماعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

والدین کا اپنا کردار اور قول ایک جیسا ہو

خدا کے حضور بچے کو پیش کرنا ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ جتنا عظیم اعزاز واقفینِ نو کے والدین نے حاصل کیا ہے، اتنی ہی ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی امانت کی حفاظت کرنی ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس مہمان کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت میں بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔ پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ والدین سے اس سلسلہ میں کیا توقع رکھتے ہیں۔ فرمایا:

"تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔" نیز فرمایا:

"خدا کا خوف کرتے ہوئے استغفار کرتے ہوئے اس مضمون کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کریں اور دل نشین کریں اور

اپنے کردار میں اتنی پاکیزہ تبدیلی پیدا کریں کہ آپ کی یہ پاکیزہ تبدیلی اگلی نسلوں کی اصلاح اور ان کی روحانی ترقی کے لیے کھاد کا کام دے اور بنیادوں کا کام دے جن پر عظیم عمارتیں تعمیر ہوں گی۔" (خطبہ جمعہ ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء)

واقفینِ نَو کی صفات

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات و خطبات کی روشنی میں ایک واقفِ نَو کو کیسا ہونا چاہیئے؟

ہر واقفِ نو عظیم الشان مجاہد ہو، تربیت یافتہ غلام ہو، متقی اور دعاگو ہو۔ سادگی پسند، منکسر المزاج، قانع، خندہ رو، وفادار، فرمانبردار، امانتدار، دیانتدار، سخت کوش، اولوالعزم، غیرت مند، محنتی، خوش اخلاق، باکردار، غنی، شفیق، حلیم، صادق ہو۔

تمام واقفین نو کے والدین کو یہ اندازہ ساتھ ساتھ ہی کرتے رہنا چاہیئے کہ کیا ان کا بچہ یا بچی اس معیار سے ہٹ تو نہیں رہے جس پر خلیفۂ وقت ایک واقفِ نو کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو فوری طور پر فکر پیدا ہونی چاہیئے اور مثبت عملی اقدامات کرنے چاہئیں کیونکہ ایک وقت آئے گا جب جماعت ان واقفینِ نو سے پوچھے گی کہ وہ وقف میں رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر تو یہ بچے ابراہیمی سنت پر عمل کرنے والے والدین کی تربیت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مثبت جواب دیتے ہیں تو والدین حقیقی رنگ میں کامیاب ہو گئے، اور سرخرو ہو گئے ورنہ نیتوں کا ثواب تو اللہ دینے ہی والا ہے۔

واقفینِ نَو کے والدین کو چاہیئے کہ وہ:-

- اپنی جماعت کے سیکرٹری وقفِ نو کے ساتھ تعاون فرمائیں۔
- مقررہ نصاب کے مطابق بچے کی تعلیم و تربیت کریں۔
- صبح جلدی جاگیں، نماز تہجد بھی ادا کرنے کی کوشش کریں۔
- نماز پنجوقتہ کی پابندی فرمائیں۔
- روزانہ بچے کے سامنے بلند آواز میں تلاوت قرآن کریم کریں۔
- بچے کے ساتھ ادب سے کلام کریں۔ حتی الوسع مارنے اور جھڑکنے سے گریز کریں۔
- حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعائیہ خط ہر ماہ باقاعدگی سے تحریر فرمائیں اور اگر ہو سکے تو بچے سے بھی چند الفاظ لکھوایا کریں۔
- بچے کو کچھ مال یا اشیاء کا مالک بنائیں اور پھر ان میں سے دوسروں کو دینے کی تلقین کریں۔ اس سے صدقہ و خیرات، رشتہ داروں اور غریبوں کی مدد کرنے کی صفات پیدا ہوں گی۔
- بچے کو اطاعت کی عادت ڈالیں۔ جب کسی بات سے منع کیا جائے تو وہ منع ہو جائے مگر پیار اور نرمی ملحوظ خاطر رکھیں۔
- باہمی تعاون اور وقارِ عمل کی تربیت دیں۔
- بچے کو کہانیوں کے رنگ میں بہادر اور نیک لوگوں کے واقعات سنائیں۔
- بچے کو عادت ڈالیں کہ جب کسی سے ملے تو "السلام علیکم" کہنے میں پہل کرے۔ بچہ بڑوں کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرے جبکہ بچی صرف پیار لے۔
- بچے کو عادت ڈالیں کہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرے۔
- اگر بچے کو کوئی چیز دی جائے تو جزاکم اللہ کہے۔
- بچے سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو کہے استغفر اللہ۔
- بچے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے خلفاء کی تصاویر کی پہچان کرائیں۔
- دائیں ہاتھ سے چیز لینے اور دینے کی عادت پختہ کریں۔ نیز یہ کہ دائیں ہاتھ سے کام کرے مگر طہارت اور ناک کی صفائی وغیرہ بائیں ہاتھ سے کرے۔
- بچے کو زیادہ چومنے چاٹنے سے گریز کریں کیونکہ اس سے بہت سی برائیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔
- بچے کے لیے ہمیشہ دعاؤں میں لگے رہیں۔
- بچے کو مسواک کی عادت ڈالیں۔ نیز یہ کہ بچہ ناخن بھی صاف رکھے۔ صفائی کی طرف خصوصی توجہ دیں۔
- بچے کو صاف ستھرا رکھیں، اگر کوئی گند لگ جائے تو فوراً صاف کریں۔
- بچے کو ننگا نہ رکھیں۔ موسم کے مطابق کپڑے پہنائیں۔
- بچے کو غذا مقررہ اوقات میں اندازہ کے مطابق دیں۔

دیگر افعال کی ادائیگی میں بھی وقت کی پابندی کا عادی بنائیں۔

- بچے کو ایسے کھلونے دیں جن سے اس کی ذہنی ترقی اور پرورش ہو
- بچے کو اکیلے کھیلنے کی بجائے اپنے سامنے کھیلنے کی عادت ڈالیں

وکالت وقفِ نو کے ساتھ براہ راست بھی رابطہ رکھیں۔

- بچے کی تربیت کی خاطر اپنے اندر پاکیزہ تبدیلی پیدا کریں۔

مالی قربانی کا فلسفہ

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی فرماتے ہیں:-

"اگر یہ روپیہ ہماری ضرورت کیلئے کافی ہو جائے تب پھر بھی تمہارے اندر ایمان پیدا کرنے کے لئے تمہارے اندر اخلاص پیدا کرنے کے لئے تمہارے اندر زندگی پیدا کرنے کے لئے تمہارے اندر روحانیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تم سے قربانیوں کا مطالبہ کیا جائے اور ہمیشہ اور ہر آن کیا جائے۔ اگر قربانیوں کا مطالبہ ترک کر دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہو گا۔ یہ سلسلہ پر ظلم ہو گا۔ یہ تقویٰ اور ایمان پر ظلم ہو گا۔"